ناول

مجھے اپنے روپ کی دھوپ دو

PDFBOOKSFREE.PK

افشاں آفریدی

نماز کا وقت نکلا جا رہا تھا اس نے کچن کی کھڑکیوں سے باہر کی طرف دیکھا، درختوں کے لمبے ہو رہے تھے۔ گزشتہ دو گھنٹے سے وہ روزی کے ساتھ لگی ہوئی تھی مگر بھابھی کا فرما اب تک تیار نہیں ہوا تھا۔

آج کل اس کی مس روزی کے ساتھ ڈیو ہوئی تھی۔ غالباً" بھابھی اسے انٹرنیشنل کو ماسٹر کرنے کے بعد مس روزی کی چھٹی کرنے میں تھیں اور اگر ایسا تھا تو بھی اسے کوئی اعتراض تھا کہ اس گھر میں اسے دو ہی جگہیں جائے پناہ ہوتی تھیں ایک کچن اور دوسری اسٹڈی۔ والوں نے مطالعے کا شوق نہ ہونے کے باوجود محض فیشن کے طور پر بنا رکھا تھا۔

گو کہ اس اسٹڈی روم میں اس کے مطلب کی

افشاں آفریدی

ساتھ اپنے روشنی کی دھوپ لانا

کتب میسر تھیں۔ مگر یہ بھی بہت تھا کہ وہ وہاں کے ساتھ قرآن شریف پڑھ لیتی تھی اور اسے ڈسٹرب بھی نہیں کرتا تھا۔

سوپ تیار کر کے اس نے برنر بند کیا اور باہر آئی۔ لاؤنج کا مربع فرش چمچما رہا تھا۔ ڈسٹنگ پہلے ہی کر چکی تھی۔ لہٰذا اب چیزوں کو تنقیدی سے دیکھتی اپنے کمرے میں چلی آئی۔ تھکن باعث عجیب سی کسلمندی ہو رہی تھی مگر اس سستی کو پس پشت ڈالا اور وضو کر کے نماز کے کھڑی ہو گئی۔

پچھلے چھ ماہ میں صرف نماز کے ہی اوقات

وہ خود کو پر سکون محسوس کرتی تھی۔ ورنہ
عفان بھائی اسے اپنے ساتھ کراچی لائے
اطمینان وہیں ابا میاں کے چھوٹے
اور پھوپھی اماں کی شفقت بھری چھاؤں میں رہ

سابق دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہی ڈھیر
اس کی آنکھوں میں چمکنے لگے تھے۔ اماں
اماں کی جدائی کچھ کم شاق تو نہ تھی کہ اب
اماں کو بھی اس سے دور کر دیا گیا تھا۔ کتنے دن
تھے ان سے ملے۔ غالباً "چھ ماہ اور آٹھ دن۔

انگلیوں پر گنتا اور پھر رو نبی روزی۔
عفان بھائی سے کچھ ایسی بے تکلفی بھی نہ تھی کہ
فرمائش کر ڈالتی اور وہ بھی ایسے فارغ نہیں
اسے لے کر پھوپھی اماں سے ملانے چل
یوں بھی وہ اس کے ہاں جائے ضرور تھے مگر اس

مکمل ناول

اماں کی اولاد نہیں تھے۔ جانے عفان بھائی کے
تھے۔ اماں کو طلاق دیتے ہوئے انہیں اماں
نے نہیں روکا۔
ظاہری حسن نے کہ جس کی خاطر انہوں نے
اور کم تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود اماں سے
کی تھی۔ اپنے گھر والوں کو ناراض کر کے اپنایا
اس وقت تو یہ حسن جادو بن کر سر چڑھا تھا۔
میں تیز رفتار زندگی کی چکا چوند میں وہی خوب
ماند پڑ گئی۔ انہیں احساس ہونے لگا کہ ایک
عورت ان کے حلقے میں چل سکنے کے قابل
لہٰذا چند ایک بار معمولی سی کوشش کرنے کے
جب وہ انہیں حسب خواہش وضع تراش نہ
انہیں چھوڑ دیا حتیٰ کہ بیٹا تک رکھ لیا۔
ظاہری حسن تو پھر بھی چڑھتا سورج ہے ڈھل جاتا
حسن سیرت جیسی بیش بہا دولت بھی انہیں اسیر

نہ کر سکی' سلیقہ مندی' محبت' دینداری اور شوہر پرستی جیسی — قابل ستائش خوبیوں نے بھی انہیں اپنے فیصلہ بدلنے پر مجبور نہ کیا۔

"شاید عفان بھائی بھی اپنے پاپا جیسے ہی ہیں بے حس اور خود سر سے۔"

خیالات کی رو بھٹک کر واپس عفان بھائی تک لوٹ آئی تھی۔ جن کی بیوی' نازمہ بھابھی کی تیوریوں سے خوفزدہ ہو کر وہ کم ہی ان کا سامنا کرنے کی کوشش کرتی تھی۔

یکدم اسے یاد آیا۔ وہ مس روزی کو چند منٹ کا کہہ کر آئی ہے۔ اس لیے فوراً" سر پر پیر رکھ کر بھاگی مگر اس بار بھی کچھ تاخیر ہو گئی تھی۔ بھابھی تک سے تیار کھڑی مس روزی کی شکایت پر خشمگیں تاثرات لیے اس کی ہی منتظر تھیں۔

"آنکھیں عبادت کر کے دیکھو لڑکی! یہ گھر ہے' کوئی مسجد نہیں۔ سارا سارا دن مصلے پر گزارنے کے لیے نہیں لایا گیا ہے تمہیں یہاں۔"

"مگر بھابھی میں تو ابھی دس منٹ پہلے ہی۔"

"بس' بس۔ مجھے دلیلیں سننے کی عادت نہیں۔ نماز کے بہانے کمرے میں جا کر کتنا آرام کرتی ہو تم مجھے اچھی طرح معلوم ہے۔"

ان کی قہرمانی نظریں اس کے لب سی گئیں۔ اس نے نظر جھکا لی۔

"ہو تو آخر مولوی کی ہی اولاد نا۔ ہونہہ مذہب کے نام پر کتنا بے وقوف بناتے ہو تم لوگ دوسروں کو نصیحت کر کے شرمندہ کرنا اور خود۔"

"آپ کو مجھ سے کوئی کام تھا بیگم صاب۔"

مالی کی آمد اسے بہت غنیمت لگی۔ بھابھی نے رک کر قدرے گھور کے اسے دیکھا اور حکمیہ بولیں۔

"اب جاؤ' جا کر روزی کی ہیلپ کرو۔ دس منٹ اسی طرح کھڑے کھڑے ضائع کر دیے لیزی گرل۔"

انہیں تو کسی طرح سکون نہیں تھا۔ وہ دھندلائی ہوئی آنکھیں بنا صاف کیے کچن کی طرف بڑھ گئی۔ بھابھی کی آواز اب تک سنائی دے رہی تھی۔ اسے

دس صلواتیں سنا کر وہ مالی سے ان ڈور پلانٹ کی بدلنے اور بازار سے بکے لانے کو کہنے لگی تھیں۔

رشتہ خواہ سگی نند کا ہی کیوں نہ ہو' بھابھیوں چپقلش تو چلتی ہی رہتی ہے مگر یہاں دوسرا معاملہ بھابھی کے بقول عفان بھائی کے گھر اور خود ان کوئی حق نہیں تھا' وہ ایک الگ باپ کی اولاد ایک ہو گئی تو کیا ہوا' خون تو الگ تھا۔

نجانے عفان بھائی کی اس ضمن میں کیا تھی۔ تاہم یہی بہت تھا کہ اماں کے انتقال کے بعد سہی وہ اسے اپنے ساتھ لے آئے تھے۔ سوچ کر خوش ہو لیتی کہ قرض مانگنے کی نوبت نہیں تھی۔ وہ چھ ماہ اس نے جس طرح گزارے وہی تھی' پھوپھی اماں بھی ابا میاں کی خالہ زاد بہن وہ تو ان کی محبت تھی کہ اتنا خیال رکھ لیتی تھیں لڑکوں کے گھر میں اسے کب تک رکھتیں۔

یوں بھی غربت کے اس پر آشوب دور میں یہی تھا کہ انہوں نے اسے نہ صرف چھ ماہ آسرا بہت عزت و تکریم سے بھی رکھا۔ وہ تو ان کے نے عفان بھائی کو خط لکھ کر بلا لیا ورنہ وہ تو اسے آنے دیتیں۔

مگر شوہر اور جوان بہو بیٹے کے آگے ان کی چلتی تھی۔ عفان بھائی اسے بہت بگڑے ہوئے میں لینے آئے تھے۔ وہ پھوپھی اماں کے گلے لگ دی۔

"مجھے روک لیجئے پھوپھی اماں! میں عفان بھائی ساتھ نہیں جاؤں گی۔"

اس کی آنسوؤں سے لبریز آنکھیں درخواست رہی تھیں مگر محبت اور مجبوری کی راہیں الگ ہوتی ہیں سو اسے عفان بھائی کے ساتھ یہاں آنا پڑا۔

نازمہ بھابھی اس کے تصور کے مقابلے میں زیادہ کرخت اور مغرور نکلیں۔ وہ تو اسے نوکروں بھی گیا گزرا سمجھتی تھیں کہ بہرحال وہ شہر کے رواج اور قاعدے قانون سے اس سے زیادہ

...ان کی آنکھ کا اشارہ سمجھنے میں بھی ان کے ... نہیں تھا۔

... کے خونخوار رویے نے بہرحال اسے اپنے ... باہر نکالا اور اس نے گھر کے کاموں میں ہاتھ ... کر دیا۔ وہ پرائیویٹ انٹر کا امتحان دے چکی ... آنے سے تعلیم بھی ادھوری رہ گئی تھی۔ اسے ... کا بڑا قلق تھا مگر کسی سے کہنے کی ہمت تھی نہ ... اسے تو شہر کی بڑی بڑی سڑکوں پر چلتی برق ... ہی ہولانے کے لیے کافی تھی۔

... شروع میں بھابھی کی نگرانی بڑی سخت رہی ... وہ ان کے پسندیدہ سانچے میں ڈھلتی چلی ... ان کے رویے میں قدرے نرمی آگئی مگر آج کی ... اور تھی۔ آج ان کی عزیز ترین فرینڈ کی سواری ... آرہی تھی اور ان کے استقبال کے لیے اتنا ... کیا تھا۔

... کی نماز تک سب کام نمٹ چکا تھا۔ تھک کر ... بیٹھتے ہوئے اس کا دل ایک بار پھر بھر آیا تھا۔

... سے فارغ ہو کر اس نے گڑگڑا کر خدا کے ... دعا مانگی کہ اسے صبر اور استقامت عطا فرمائے، ... اسے اشد ضرورت تھی۔ بھابھی کی ہدایت کے ... اس نے خود کو کچن تک ہی محدود رکھنا تھا وہ ... چاہتی تھیں کہ کسی جاننے والے کی نظر اس پر ... اور وہ ان سے کوئی سوال جواب کریں۔

... کبھی اسے لگتا وہ اس کے خیرہ کن حسن سے ... نہیں۔ ہاں البتہ کہنے والا ظرف نہیں تھا۔ ... نے اکثر انہیں بہت گہری اور قدرے ستائشی ... سے اپنا جائزہ لیتا محسوس کیا تھا۔ مگر جونہی نظر ... کچھ نہ کچھ اسے سنا کر دل کی بھڑاس نکالتی وہاں ... دیتیں۔

... جس روز گھر میں مہمانوں کی آمد ہوتی جیسے کہ ... میں پانچ دن تو ایسا ہوتا ہی تھا وہ خود کو منظر سے ... رکھنے کی حتی الامکان کوشش کرتی۔ حتیٰ کہ ... اس کے بنائے پکوانوں کا کریڈٹ "ٹک" کے ... میں ڈال دیتیں۔ مگر اسے بھی کون سی پرواہ

تھی۔ وہ تو یہاں اپنے رہنے کا خراج دیتی تھی سو اگر سن بھی لیتی تو ان کی غلط بیانی کو نظر انداز کرنے کے سوا اس کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔

وہ ایک مذہبی گھرانے کی بیٹی تھی جہاں مذہب ہی اوڑھنا بچھونا تھا۔ اس کے ابا میاں پیش امام تھے جامع مسجد کے۔ پورے قصبے میں ان کی ایسی عزت تھی کہ کوئی ان کے گھر کی طرف گرم نظر سے بھی نہ دیکھتا تھا۔ اور یہاں؟ اس کے سینے سے ایک ٹھنڈی آہ نکل گئی۔

رات گئے تک خاصا ہنگامہ رہا۔ بھابھی کی دوست افروز جبیں کے علاوہ بھی کئی احباب مدعو تھے جن کی رخصت کے بعد بھی انہیں فرصت نہیں ملی تھی کہ افروز جبیں صاحبہ آج کی رات دیر تک یہاں رکنے والی تھیں۔ ایک سال بعد ان کے شوہر کا دوبارہ کراچی ٹرانسفر ہوا تو نازمہ بیگم نے انہیں روک لیا تھا۔ اس نے کام نپٹا کر سکون کا سانس لیا اور ابھی کچن سے نکلنے کا قصد کر ہی رہی تھی کہ کچن کے انٹر کام کی بیل بج اٹھی بھابھی اوپر ٹیرس پر اپنی دوست کے ساتھ تھیں اور وہیں دو بلیک کافی لانے کا حکم تھا۔

"مگر اس وقت تک تو سارے ملازم جا چکے ہیں۔"

"تو کیا ہوا کیا تمہیں کافی بنانی نہیں آتی۔"

ان کا لہجہ گواہ تھا کہ اپنی دوست کے سامنے انہوں نے کس طرح ضبط کیا تھا۔ وہ سٹپٹا سی گئی۔

"وہ۔ میرا مطلب کافی اوپر کون لائے گا۔"

"آپ لے آئیے گا میڈم انشراح۔ مہربانی ہوگی۔"

اب کے انہوں نے ضبط و تحمل کا چولا اتار پھینکا تھا لہجے سے غیض و غضب بری طرح ٹپک رہا تھا اس نے گھبرا کر ریسیور رکھ دیا۔

"کمال ہے کبھی خود منع کرتی ہیں اور اب خود ہی اپنی دوست کے سامنے مجھے بلا رہی ہیں۔"

کافی میکر کا سوئچ آن کرتے ہوئے اس نے بے زاری سے سوچا اور چند منٹ بعد وہ ٹیرس پر تھی۔

بھابھی کی دوست حسب توقع ان ہی کی طرح فیشن زدہ تھیں۔ سلیولیس کھلے گلے والے بلاؤز میں ان کا جسم

ساڑھی کا پلو بھی چھپانے سے قاصر تھا۔ اس نے بے ساختہ نظر اٹھا لی۔

"یہ کون ہے ناز۔" بڑے ہی ناز سے اسے دیکھتے ہوئے سوال ہوا تھا۔

اس نے بے ساختہ نظر اٹھا کر نازمہ بھابھی کی طرف دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔ ایک جلتی ہوئی تضحیک آمیز مسکراہٹ ان کے لبوں پر کوند گئی۔

"عفان کی اسٹیپ سسٹر میں۔ میرا مطلب عفی کے اسٹیپ فادر کی بیٹی انشراح احمد بنت متین احمد' پیش امام جامع مسجد۔"

طنز اور تحقیر کا عجیب و غریب مرقع تھا ان کا لہجہ اور لفظوں سے ٹپکتا زہر۔ شدت ضبط سے انشراح کا صبیح چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

"اوہ! اچھا تم نے پہلے کبھی نہیں انٹروڈیوس کرایا ان سے۔"

افروز جبین کچھ زیادہ ہی دلچسپی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ وہ اپنے غصے پر قابو پاتے ہوئے بمشکل کافی سرو کر رہی تھی۔ پہلی مرتبہ بھابھی نے کسی جاننے والے سے اسے متعارف کرایا تھا اور جس طرح کرایا تھا اس کا دل چاہا کاش انہوں نے اسے ساری زندگی انسانوں سے ملنے کے لیے ترسا دیا ہوتا مگر اتنی تحقیر نہ کی ہوتی۔

"ابھی چند مہینے ہی تو ہوئے ہیں انہیں ہمارے یہاں آئے ہوئے۔ یوں بھی انہیں دیکھ کر تم نے سمجھ تو لیا ہی ہو گا کہ میں نے اپنے سرکل میں کیوں انٹروڈیوس نہیں کرایا۔"

وہی انداز وہی' لہجہ وہ بمشکل ضبط کرتی سنجیدہ نظروں سے انہیں دیکھتی ٹیرس کی سیڑھیاں اتر گئی۔

چند سیڑھیاں اتر کر ہی اسے رکنا پڑا۔ نمکین سیال سرعت سے اس کے رخسار بھگوتا چلا آ رہا تھا۔

"حیرت ہے نازمہ! تمہاری سسٹر ان لاء اتنی چارمنگ ہو گی' مجھے تو اندازہ ہی نہیں تھا۔" اس کے مڑتے ہی افروز جبین نے ستائشی نظروں سے اس کی کمر پر جھولتی چٹیا کے بل کھلتے ہوئے بے ساختہ کہا تو نازمہ بیگم کو جیسے اچھو لگ گیا۔

"واٹ! تمہارے خیال میں یہ دیسی پینڈو لڑکی چارمنگ ہے؟ جس کے سات گز دوپٹے سے ڈھکے کے بالوں کو کبھی شیمپو نصیب نہیں ہوا۔ یہ اوا لڑکی ربش۔"

نازمہ کے سامنے کسی اور کے حسن کو سراہا جا یہ ان کی برداشت سے باہر تھا۔ اس پر مستزاد وہ جسے اس کی اوقات یاد دلانے کے لیے وہ خود اوچھے پر اتر آئی تھیں۔

"اینی وے۔ مجھے تو انشراح واقعی خوب صورت لگی۔ بس ذرا کنزرویٹو سی ہے۔"

"ذرا!" نازمہ نے آنکھیں کشادہ کیں۔ "مائی فرینڈ! ابھی تم اس کے متعلق کچھ جانتی نہیں ہو۔ پاس ہے میٹرک کے بعد سے پیش امام صاحب انہیں گھر بٹھا لیا۔"

"نظر لگ جانے کا ڈر ہو گا نا۔" افروز نے ہنس کر لقمہ دیا تھا۔ مگر نازمہ ان سنی کر گئیں۔

"کالج کی شکل نہیں دیکھی بس سارا دن نماز پڑھنے اور قرآن پڑھنے میں گزار دیتی ہے' نہ کوئی سوشل لائف' نہ سوشل سرکل۔ حد تو یہ کہ کسی سے ملنا بھی نہیں چاہتی۔"

"یہ تو صحیح ہے نازمہ۔ جیسا کے بقول تمہارے فرسٹ ٹائم گاؤں سے آئی ہے تو اس سے ہی اندازہ ہوتا ہے کہ کیا لائف اسٹائل ہو گا اس کا وہاں خاص طور پر جس طرح کی اس کی فیملی تھی — بائی دا وے تمہارے سسر نے انشراح کی مدر کو ڈرائیورس کیوں کیا تھا۔"

افروز جبیں حقیقت پسندی سے کہتے ہوئے سنجیدہ ہو گئیں تو نازمہ نے شانے اچکائے۔

"انشراح جیسی ہوں گی اس لیے۔" انداز سراسر استہزائیہ تھا افروز بھی ہنس پڑیں۔

"تو پھر شادی کس لیے کی تھی۔ بالکل الگ قسم کی عورت سے؟"

"انشراح جیسی تھیں اس لیے۔ مطلب ایسی ہی تھیں وہ بھی صورت شکل کی۔ تصویریں دیکھی تھیں میں نے عفان کے پاپا کے پاس۔"

"گویا تم بھی اسے خوب صورت مانتی ہو۔" افروز

بولیں تو وہ قدرے مسکرا دیں۔
"تمہاری وکیلوں والی عادت اب تک نہیں بدلی۔ ڈیفنسٹ کرکے اپنے حساب سے مطلب نکال لیتی ہو۔"

"تھینکس فار دا کمپلیمنٹ۔ ویسے کافی بھی اس نے اچھی بنائی ہے۔ لگتا نہیں کہ فریش پریکٹس ہے" وہ ایک بار پھر توصیفی لہجے میں بولیں۔ نازمہ نے قدرے ناگواری سے انہیں دیکھا تھا مگر اس امر سے بھی واقف تھیں کہ افروز حسن پرست اور صاف گو عورت ہیں۔ اس لیے اب یہ سب تو سننا ہی تھا۔
"ہوں۔ سب مس روزی کا سکھایا ہوا ہے۔ بس کام میں مہارت آجائے تو روزی کی چھٹی کر دوں۔ بہت نخرے کرتی ہے وہ پھر لیزی بھی بہت ہے۔"

"مگر کیوں۔ انشراح کو اس طرح ضائع کرنے کا کیا فائدہ۔ آخر کل وہ تمہاری نند ہے۔ پھر خوب صورت بھی بہت ہے۔ اسے تھوڑا بہت گروم کرکے اپنے سرکل میں لے کر آؤ۔ بلیوی دھوم مچ جائے گی۔ خاص طور پر وہ تمہاری مسز فائقہ کی بیٹیوں کی تو چھٹی کر دے گی۔" افروز جبیں کو جانے کیا سوجھا تھا نازمہ نے چونک کر الجھی ہوئی نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔
"مگر ان سب باتوں کا فائدہ۔"
"کم آن تم فائدے کی بات کر رہی ہو۔ ارے بھئی عقل سے کام لو یہ کیا مڈل کلاس عورتوں کی طرح روایتی بھابھی بن گئی ہو۔ سوچو ذرا اگر انشراح نے تھوڑی بہت ایجوکیشن حاصل کرلی اور یہ سات گز کا لبادہ اتار کر جدید فیشن سے خود کو آراستہ کر لیا تو کیا غضب ڈھائے گی۔ پھر پاسبل ہے کہ کسی ویل آف فیملی سے اس کا پرپوزل آجائے اس طرح تمہارے بزنس کے چانسز بڑھیں گے۔"
وہ نازمہ کو قدرے چھیڑ کر تفصیل سے بتانے لگیں نازمہ کو بے اختیار دلچسپی لگنے ہی پڑی افروز ہمیشہ کی طرح بڑی دور کی کوڑی لائی تھیں۔
"تمہیں تو معلوم ہے آج کل کیا ٹرینڈ چل رہا ہے۔ تمہارے سسر کے بوڑھے ہونے میں تو ابھی کافی وقت ہے۔ انشراح کو کارڈ کی طرح استعمال کرو ڈیئر۔ یہ لڑکی بہت کام کی چیز ہے۔ یوں بھی آج کل عفان کا بزنس قدرے ان سیٹل ہے۔ تمہیں فائدہ ہی رہے گا۔"
افروز جبیں کے چہرے پر کسی کاروباری شاطر جیسی چمک تھی اس لمحے۔ حسن کو کیش کراتے کراتے ہی آج ان کا شوہر انیس گریڈ افسر سے ایک کامیاب بیورو کریٹ تھا۔
"کم آن افروز۔ میرے ہوتے عفان کو پہلے بھی کبھی پرابلم تو نہیں رہی۔ میری پرسنالٹی کی بدولت ہی اپنے پاپا کے ڈاؤن فال بزنس کو ری اسٹیبلش کیا تھا انہوں نے۔"
نازمہ کے انداز میں تفاخر اور اعتماد تھا افروز کھل کر مسکرا دیں۔
"کی تو ڈیئر اور میرا مطلب تمہارے حسن جہاں سوز کو بے اثر کہنا ہرگز نہ تھا۔" انداز ایسا تھا کہ نازمہ بھی بے ساختہ ہنس پڑیں پھر ادھر ادھر کی باتیں شروع ہو گئیں۔

"اور سناؤ سنی کے بعد تمہارا فیملی بڑھانے کا کیا کوئی ارادہ نہیں۔" افروز پوچھ رہی تھیں۔

"نات ایٹ آل۔ سنی نے کچھ کم پریشان کیا تھا مجھے سچ میری تو سوشل لائف ہی ختم ہو گئی تھی۔ وہ کسی گورنس کے پاس رکتا ہی نہیں تھا۔ اب آٹھ سال کا ہو کر بورڈنگ میں گیا ہے تو سکون ہوا ہے مجھے یوں بھی عفان اکلوتے تھے سنی بھی اکلوتا ہی رہے تو ٹھیک ہے۔"

کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے نازمہ بولیں تو افروز نے بھی تائیدی انداز میں سر ہلا دیا۔ سنی کی پیدائش کے بعد سے تین سال تک نازمہ نے واقعی پریشانیاں جھیلی تھیں۔ تاہم اکلوتے والی بات پر وہ فوراً" شوخی سے بولیں۔

"ہاں مگر دیکھ لینا۔ سنی بھی کہیں عفان جیسا ہی اکلوتا نہ ہو۔" اشارہ انشراح کی طرف تھا نازمہ بے اختیار قہقہہ لگا کر ہنس پڑیں۔

"کم آن۔ اس کی تم پروا مت کرو۔ بہت اسٹرانگ گرفت ہے میری۔ عفان اگر ملک سے باہر بھی ہو تو میری سورس آف انفارمیشن مجھے سب بتا دیتی ہے۔" لہجے میں اعتماد تھا۔

"او ریلی۔" افروز ہنسیں۔

"آف کورس" وہ بھی ہنس پڑیں۔ البتہ ذہن میں کچھ باتیں اٹک سی گئی تھیں۔

♥ ♡ ♡ ♥

افروز جبیں اس رات کافی دیر سے گھر لوٹیں اور جاتے جاتے نازمہ عفان کے لیے سوچ کے در وا کر گئیں۔ انہیں واقعتاً" احساس تھا کہ عفان کا بزنس اس طرح نہیں چل رہا جس طرح کے ان کے اخراجات تھے۔ جب تک نازمہ کے والد حیات رہے داماد کو اپنے سوشل کانٹیکٹس سے فیض پہنچاتے رہے مگر ان کے جانے کے بعد عفان اپنی فطری لاپرواہی اور شاہ خرچی کے باعث دوبارہ اسی مقام پر آ گئے جہاں سے چلے تھے۔ کبھی کبھی نازمہ کی اس بات پر ان سے بری طرح جھڑپ بھی ہو جاتی تھی جس کے نتیجے میں عفان آج کل بھی بہت ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔ یو کے جانا بھی اسی سلسلے کی اک کڑی تھا۔ مگر نازمہ عفان کو ایک اور حل نظر آ گیا تھا۔ ایک دکھایا ہوا راستہ اور بھی آسان نظر آ رہا تھا۔

نتیجتاً" انشراح کی طرف ان کا فوکس ہو گیا تھا۔ کے حسن کی تو وہ پہلے بھی حسد و رشک کی حد قائل تھیں۔ غور کرنے پر اندازہ ہوا کہ اس کی لہجہ اور نشست و برخاست کا طریقہ' سوچنے اور کرنے کے تمام انداز اسے دیہاتی سے زیادہ ثابت کرتے ہیں۔

غالباً" یہ اس کی والدہ کی وجہ سے تھا' جنہوں عفان کے والد وقار خان کے ساتھ دس برس کا عرصہ شہر کے تواب و رواج سیکھنے میں گزار دیا تھا نہیں پاکستان سے باہر بھی وہ کئی بار ان کے ساتھ مگر اپنے فطری دیہاتی پن کے باعث وہ زیادہ عرصہ کے ساتھ نہ چل سکی تھیں۔ تاہم ان دس برسوں انہوں نے سوائے اپنی سوچ کے بقیہ تمام انداز دیے تھے۔ جن کا عکس انشراح کی شخصیت میں طور پر نظر آتا تھا۔

نازمہ نے بہت آہستہ آہستہ دھیرے دھیرے رویے میں تبدیلی پیدا کی تاکہ اسے کسی اہم "تبدیلی احساس نہ ہو مگر پھر بھی انشراح کچھ سٹپٹا سی گئی بھابھی کا التفات اس کی سمجھ سے بالاتر تھا البتہ تبدیلی سے دل میں خوشی اور سکون کا جو احساس جاگزیں ہوا تھا۔ وہ اسے نظر انداز نہیں کر سکی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

جمعے کے دن اس کے لیے بہت مصروفیت ہوتی تھی۔ آدھا دن عبادت میں وقت گزرتا اور بقیہ کچن کی نذر ہو جاتا تھا۔ عموماً" ہر جمعے کو ہی بھابھی عفان بھائی گیٹ ٹوگیدر رکھتے تھے تاہم اس روز کوئی دعوت نہیں تھی۔ وہ کچن سے فارغ ہوئی تو لے کر فریش ہو گئی۔ اذان ہونے میں ابھی کچھ تھا سو وہ بال سکھاتے ہوئے لاؤنج میں چلی آئی صبح کا اخبار ملنے کی امید تھی۔

اسے اخبار لینا تھا ریک میں رکھے دیکھنے لگی سب الٹ پلٹ تھا' عفان بھائی غالباً" صبح ادھر ادھر ڈال

...اسے مطلوبہ اخبار ملا تو اٹھا کر اپنے کمرے
...کا قصد کیا مڑی تو نازمہ فون بند کیے اسے ہی
...تھیں۔
...سابق وہ کچھ سٹپٹا کر اپنے کمرے کی طرف
...انہوں نے روک لیا مگر گزشتہ چند دنوں کی طرح
...لہجہ کافی شائستہ تھا۔
"کہاں جا رہی ہو؟"
"...کمرے میں بھابھی۔" اس کی سنجیدہ نظریں
...تھیں جن میں تعجب سا تھا۔
"...پڑھو گی؟"
...
"...ابھی تو اذان میں وقت ہے تم یہاں بیٹھو۔"
...سامنے صوفے کی طرف اشارہ کیا تو اسے بادل
...بیٹھنا ہی پڑا البتہ ان کے انداز پر وہ سخت اچنبھے
...
"...؟ کوئی کام ہے۔" وہ کچھ نہ بولیں تو اسے ہی
...نظریں اٹھانی پڑیں۔
"...نہیں اب ہر مرتبہ تمہیں کام سے یاد کرنا ضروری
..." وہ قدرے مسکرائیں تو وہ بے ساختہ انہیں
...کے چہرے پر الجھن اور تردد تھا۔ "بس یونہی دل
...تم سے بات کروں کیا تمہارا دل نہیں چاہتا کہ
...ساتھ بیٹھو۔"
وہ اسے بغور دیکھتے ہوئے میٹھے لہجے میں بول رہی
...تھیں۔ جبکہ وہ ایک ٹک انہیں ہی دیکھ رہی تھی۔
...پر اعتبار تھا نہ بصارتوں پر۔
"...جی" اس کے گھبرائے ہوئے اثباتی انداز پر
...وہ ہنس پڑیں۔
...سے اسے افروز کے مجوزہ تناظر میں دیکھنا
...کیا تھا وہ انہیں کچھ کچھ بھانے لگی تھی۔ سادہ
...اور بے وقوف سی۔ انسانوں پر حکمرانی کرنے
...ایسے لوگ بڑے راس آتے ہیں۔
"...کمال ہے تم تو یوں بوکھلا رہی ہو جیسے تمہارے
...تمہارے سسرالی بیٹھے ہیں حالانکہ اب تو ان
...ساتھ بھی لڑکیاں جھجکتی نہیں ہیں۔ مڈل

کلاس بھی خاصی ترقی کر چکی ہے۔ پتا نہیں تم کون سی
صدی میں جی رہی ہو۔"
بات تو گو کہ وہی تھی مگر لہجہ طنز اور استہزا سے مبرا تھا
وہ ان کی بات پر قدرے جھینپ سی گئی۔ سسرال کا
تذکرہ جو ہوا گلال بکھیر گیا۔ نازمہ نے فطری دلچسپی سے
اسے دیکھا تھا پھر گہری سانس بھر کر بولیں۔
"بہرحال ایک نہ ایک دن تو تمہاری شادی بھی کرنی
ہی ہے اب پہلے میں چاہتی ہوں تم دوبارہ اپنی اسٹڈیز
جاری کر دو۔ کیونکہ آج کل کوالیفیکیشن کے بغیر کچھ
بھی نہیں ہو سکتا۔ تم تو مولوی کی مطلب جس بیک
گراؤنڈ کی ہو وہاں تو ایجوکیشن کو ویلیو کیا ہی جاتا ہے
نا۔" اپنے مخصوص انداز کو انہوں نے بمشکل بریک
لگایا تھا۔
"مگر فی الحال تو داخلے ختم ہو چکے ہوں گے کیونکہ
امتحانوں میں صرف چار پانچ ماہ ہی رہ گئے ہیں۔
پرائیویٹ کا وقت بھی نکل چکا ہوگا بھابھی۔"
وہ کچھ متذبذب سے کہہ رہی تھی نازمہ اس کی
معلومات پر کچھ متعجب ہوئیں۔ گویا جتنا لاعلم اور بے تجربہ
اسے سمجھ رہی تھیں وہ تھی نہیں۔
"یہ تمہارا ہیڈک نہیں۔ ایڈمیشن میرا مسئلہ ہے
میں اسے حل کرنا جانتی ہوں بس تم ایگزامز کی تیاری
شروع کر دو۔ بلکہ اگر اس میں بھی مسئلہ ہو تو کہہ دینا
بہت سے یونیورسٹی کے پروفیسرز وغیرہ کو میں جانتی
ہوں۔"
وہ ایک پرشان استغنا سے بولیں تو انشراح نے بے
ساختہ پوچھا۔
"کیا آپ ان سے مجھے پڑھوائیں گی؟" بڑا سادہ
انداز تھا وہ ہنس پڑیں۔
"اوہو اسٹوپڈ لڑکی۔ پڑھواؤں گی نہیں۔ بلکہ
تمہیں ایگزامز میں پاس کروا دوں گی تاکہ تمہارا سال
ضائع نہ ہو۔"
"نہیں بھابھی۔ خدارا ایسا مت کیجئے گا۔"
وہ تو یوں گھبرائی اور پسینے میں نہائی جیسے وہ کسی کا قتل
کرنے جا رہی ہوں۔ نازمہ نے قدرے حیرت سے
اسے دیکھا۔ آنکھوں میں ناگواری لیے سوال تھا۔

"میرا مطلب ہے کہ میں محنت کرلوں گی بھابھی! اگر آپ کسی سے سفارش مت کیجئے گا۔ میں اپنی پوری کوشش، محنت اور ایمانداری سے ہی تعلیم حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ بلکہ اگر داخلے کے لیے بھی آپ کو کوئی ناجائز ذریعہ استعمال کرنا پڑے تو مت کیجئے گا میں انتظار کرسکتی ہوں۔"

ان سات ماہ میں آج پہلی بار اس نے اتنا طویل جملہ بولا تھا نازمہ کچھ جز بز سی ہو گئیں۔ بے زاری سے بولیں۔

"مگر میں انتظار نہیں کرسکتی۔ تم گریجویشن کرو تو فوراً" تمہارے لیے کسی اچھی فیملی کا پروپوزل دیکھ کر شادی طے کردوں گی۔ اسٹیپ سہی ہو تو بہن ہی نا عفان کی۔ اب تمہاری ذمے داری عفان نے میرے کندھوں پر لاڈالی ہے تو اسے نبھانا بھی تو مجھے ہی ہے نا اور اپنی تمام ذمہ داریوں کو میں اپنے طور پر ہینڈل کرنے کی عادی ہوں۔"

وہ قدرے سخت لہجے میں بولی تھیں۔ انشراح کا دل بیک وقت اس محبت اور خیال پر جہاں خوش ہوا وہیں ان کے لہجے سے چھلکتی درشتی سے سہم بھی گیا۔

"اینی وے، تم شام کو تیار رہنا، میں تمہیں شیرل سے ملوانے لے چلوں گی وہ تمہیں کالج اور اسٹڈیز سے متعلق سب سمجھادے گی۔"

وہ قدرے آف موڈ میں یکدم گفتگو سمیٹتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں تو وہ پریشان سی ہو گئی اس کی ذرا سی بات پر نازمہ بھابھی کا پارہ چڑھ گیا تھا۔ دل میں اس خوف نے سر اٹھایا تھا کہ کہیں وہ تعلیم حاصل کرنے کی مراعات چھین ہی نہ لیں اس لیے خاموشی سے سرہلا دیا ورنہ دل تو کسی سے بھی ملنے کو مطلق نہیں چاہ رہا تھا۔ نازمہ اس کی سعادت مندی پر کچھ نارمل ہو گئیں۔

"اوکے۔ اب تم جاؤ اور شام سات بجے تک تیار ہوجانا۔"

"جی۔" وہ قدرے پرسکون ہو کر پلٹی تھی کہ انہوں نے پھر پکار لیا۔

"ویسے ایک بات سنو انشراح۔"

"جی۔"

"شام میں میرے ساتھ چلنے سے پہلے اپنے بال شیمپو سے دھونا میں ابھی سکینہ سے کہہ کر تمہارے واش روم میں بھجوا رہی ہوں۔ تیل کی بو سے میرا تو دل گھبرا جاتا ہے۔"

انہوں نے نئی ہدایت جاری کی تھی، وہ عجیب سی سبکی محسوس کرتے ہوئے محض سرہلا کر وہاں سے چلی آئی۔

آج انہوں نے اسے حد درجے حیران کیا تھا۔ عجیب تھیں وہ بھی گھڑی میں ماشہ گھڑی میں تولہ۔

"خدا جانے بھابھی مجھ سے کیا چاہتی ہیں۔"

صیاد تو نے کیوں میری زنجیر کھول دی
میں جانتا ہوں یہ بھی کوئی تیری چال ہے

اس کا وجدان اس انداز سے کسی طوفان کی پیش گوئی دے رہا تھا مگر وہ فی الحال کئی دن بعد خوش ہونا بھول رہی تھی، جبھی شعوری کوشش سے اپنے واہمے جھٹکنے کی سعی کرتے ہوئے آنے والے اچھے وقت کے تصور میں کھو گئی۔

شام کو سفید کاٹن کے سوٹ پر سفید ہی بڑا سا دوپٹہ سر سے لیے وہ تیار تھی اور وقت مقررہ سے دس منٹ پہلے ہی لاؤنج میں موجود تھی۔ مگر نازمہ کا کچھ پتا نہ تھا۔ آدھے گھنٹے انتظار کے بعد اس نے ہمت کرکے ان کے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ تو "آجاؤ" کی آواز پر ہمت کرتے ہوئے وہ اندر آگئی۔

"اوہ تو تم تیار بھی ہو گئیں۔"

ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی میک اپ میں مشغول نازمہ نے آئینے میں اس کا عکس دیکھا تو بے ساختہ کہہ اٹھیں مگر اگلے لمحے میں کچھ سوچ کر ان کے لبوں پر استہزائیہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی کچھ تھا ان کی نظروں میں وہ پلکیں جھکا کر کارپٹ پر نگاہیں جما گئی۔

"بیٹھ جاؤ، کھڑی کیوں ہو؟"

کچھ دیر بعد ان کی آواز آئی تو وہ وہیں ٹک گئی۔ صوفہ بہت آرام دہ تھا تب بھی وہ بے چینی سی محسوس کررہی تھی۔ نازمہ اطمینان سے میک اپ کرتے

اس کی طرف پلٹیں تو ایک لمحے کو اس کا لباس دیکھ کر ان کی آنکھوں میں ناگواری اتر آئی۔
"تمہارے پاس کوئی کلف لگا دوپٹہ نہیں۔" نکتہ اس اٹھایا گیا تھا۔
"جی نہیں۔" وہ قدرے نادم تھی۔
"اوہ تو اس کا مطلب ہے آج تمہیں کچھ ڈریسز بھی دلانے پڑیں گے۔ میرا خیال ہے' عفان نے تمہیں یہاں آنے کے بعد کچھ پیسے دیئے تھے ان کا کیا ہوا؟"
"وہ تو وہیں رکھے ہیں کمرے میں۔"
"تم نے استعمال نہیں کیے۔"
"ضرورت نہیں پڑی۔"
"مائی گاڈ! تمہیں انسان بنانے میں تو شاید مجھے برسوں لگ جائیں۔"
نازمہ بہت کوفت کے عالم میں بڑبڑائی تھیں۔
انشراح نے محسوس کیا۔ وہ کچھ بڑبڑائی تھیں مگر سن لی اور ان کے اشارے پر کمرے سے نکل آئی۔
نیلے میں بہی مہین جارجٹ کے لباس میں ملبوس نازمہ کے ساتھ چلتے ہوئے وہ سخت نروس ہو رہی تھی۔
بھابھی بڑے اعتماد سے ڈرائیو کر رہی تھیں اسے ساتھ والی سیٹ پر بٹھایا تھا جہاں سڑک اور ٹریفک سے ڈرنے کی بجائے وہ آیت الکرسی اور یا حفیظ کا ورد کرنے لگی تھی۔
"فی الحال تمہیں شاپنگ پر لے جا رہی ہوں کیونکہ اس حلیے میں اگر آج تمہیں مسز آصف کے یہاں لے گئی تو اچھا خاصا مذاق بن جائے گا میرا۔"
وہ کہہ رہی تھیں مگر اس نے توجہ نہ دی' سارا دھیان تیز رفتار گاڑیوں کی طرف تھا' لگتا تھا جیسے ابھی کسی دم کوئی گاڑی ان کی کار سے ٹکرائے گی۔
"موصا" کو چز اور پبلک وینز نے تو اسے ڈرا ہی دیا۔ خدا خدا کر کے بھابھی اسے زمزمہ بولیوارڈ میں لے کر داخل ہو گئیں۔
اف اتنی روشنیاں' اتنی جگمگاتی دکانیں۔ وہ کتنی دیر تحیر سے ادھر ادھر دیکھتی رہی کہ نازمہ نے اسے

اپنے ساتھ کھینچ لیا۔
رنگا رنگ بوتیکس خوب صورت، دیدہ زیب اور حسین ملبوسات سے بھرے پڑے تھے۔ بل دیتے وقت اس کی تو گویا آنکھیں ہی پھٹ گئیں۔
دس بارہ جوڑوں کی قیمت کوئی پچیس ہزار کے قریب تھی۔
"اوہ بھابھی یہ تو بہت مہنگے ہیں۔ آپ انہیں واپس کردیں۔" اس نے سرگوشی کے انداز میں عاجزی سے کہا تو وہ بال جھٹک کر طنزاً ہنس پڑیں۔
"واپس کرنے کا ہمارا یہاں رواج نہیں اگر کوئی سوٹ پسند نہ آئے تو سکینہ کو دے دینا۔"
جواب ایسا ملا تھا کہ وہ حیرت سے گنگ سی رہ گئی پھر ان کے ساتھ جوتوں اور ضروری کاسمیٹک کی خریداری میں تو وہ بالکل چپ رہی خاص طور پر کاسمیٹک کے لیے وہ چاہ کر بھی انکار نہیں کرسکی تھی۔
مہنگائی سے زیادہ اسے بازاروں میں پھرنے والی عورتوں کی بے حیائی نے ششدر کر رکھا تھا لباس وضع قطع اور انداز و اطوار سے وہ قطعاً "مسلمان خواتین" نہیں لگ رہی تھیں۔ بیش قیمت زیورات پہننے کے باوجود جیولرز کی دکانوں پر بے حد رش تھا۔
نازمہ نے اس کے لیے گولڈ کے چھوٹے ٹاپس، ایک موٹی سی چین بمعہ لاکٹ اور ایک انگوٹھی پسند کرلی۔ وہ منع کرتی رہی مگر اس کی کوئی شنوائی نہیں تھی۔
"یہ رکھو بلکہ ابھی پہن لو۔ یہاں یہ سب اسٹیٹس میں کاؤنٹ کیا جاتا ہے۔ تمہیں یہ سب سمجھنے میں عرصہ لگے گا۔ مگر یہ جان لو کہ عفان تمہیں کسی مولوی سے تو بیاہیں گے نہیں۔ لہٰذا کسی بھی اسٹینڈرڈ کے بندے سے شادی کرنے کے لیے ہمیں تمہیں ویسا ہی بنانا پڑے گا جیسے کہ آج کل ڈیمانڈ ہے۔"
گاڑی میں بیٹھتے ہی نازمہ نے اسے صاف لفظوں میں سنا دیا تھا۔ اس کے اوسان اب تک خطا تھے۔ اتنا اسراف اور پیسے کا اس بے دردی سے استعمال۔ اس کا دل اب تک کڑھ رہا تھا۔
"اسراف اور بخل دونوں ہی گناہ ہیں بیٹا۔ مسلمان وہ جو میانہ روی اختیار کرے۔" ابا میاں کا شفیق لہجہ اس کے اندر کہیں گونجا تھا۔
"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو سخت ناپسند فرمایا ہے جو لباس زیب تن کرکے بھی برہنہ ہوتی ہے۔ ایسی عورتوں کے لیے سخت وعید ہے۔" اماں کے الفاظ بھی بازگشت بن کر اس کے اندر ابا میاں کی آواز سے ہم آہنگ ہو رہے تھے۔
"سر پر دوپٹہ سرکنے نہ دینا بیٹا نہیں تو خداوند کریم ناراض ہوتا ہے اور ایسی عورتوں کو قیامت کے دن شیطان اپنی عورتیں کہے گا۔"
"بلا ضرورت گھر سے نکلنے والی عورتیں اپنے حق میں برا کرتی ہیں۔ کیونکہ عورت کی نزاکت تو چادر اور چار دیواری کی متقاضی ہے۔"
"اور اے ایمان والی عورتوں اپنے سینے پر اپنی اوڑھنیوں کو ڈالے رہو اور اپنی زینت ظاہر مت کرو۔"
بہت سی آوازیں یکے بعد دیگرے اس کے اندر گونج رہی تھیں اس نے بہت تاسف سے نازمہ کی طرف دیکھا جو ڈرائیو کرتے کرتے اپنے رسی نما دوپٹے کو بھی اتار کر گود میں ڈال چکی تھیں۔
"کیا ہوا تم خوش نہیں ہوئیں اپنی شاپنگ سے؟ میرا خیال ہے تم نے تو کبھی تصور بھی نہیں کیا ہوگا کہ اتنا قیمتی سامان خریدو گی۔"
لہجہ دوستانہ اور انداز دل جلانے والا تھا۔ باوجود ضبط کے وہ اسے اس کی کم مائیگی کا طعنہ دیے بغیر رہ نہیں سکی تھیں۔ اس نے ہونٹ کاٹتے ہوئے بمشکل ضبط کیا اور بولی۔
"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں بھابھی! میں نے یہ سب خریدنے کا تصور بھی نہیں کیا تھا اور اب بھی یہ سب میں نے نہیں آپ نے خریدا ہے۔"
بڑا سنجیدہ اور گہرا لہجہ تھا۔ مگر نازمہ نے دھیان نہیں دیا نخوت سے ہنس کر بولیں۔
"کسی ویل آف بندے سے تمہاری شادی ہوگئی تو تمہارے بھی ایسے ہی وارے نیارے ہو جائیں گے۔"

ایسے ہی تو میں تمہاری پروا نہیں کر رہی' یہ سب کرنے میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔"

وہ کہہ رہی تھیں اور وہ آزردگی میں گھرتے ہوئے "فائدے" کی نوعیت سمجھنے کی کوشش کرتے ہوئے اِدھر دیکھنے لگی جہاں رات گہری ہونے کے باوجود کیا رونق تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

زندگی گزارنے کے لیے ہر شخص کا اپنا فلسفہ ہوتا ہے مگر جو فلسفہ حیات اس دین کامل' اسلام نے مسلمانوں کو بخشا ہے اس کے بعد اپنا اور الگ فلسفے کا بنیادی تصور ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اسلام یہ نہیں کہتا ہے اس میں سے جو چاہے اختیار کر لو اور جو چاہے چھوڑ دو بلکہ اس میں فرائض و حقوق کا متوازن تعین کر دیا گیا ہے۔ لیکن اگر ایسا ہے تو پھر آخر ہر شخص اپنے اپنے اسٹائل سے زندگی گزارنے کے کیوں درپے ہے۔ جبکہ اس کے لیے ہر راہ مسدود کر دی گئی ہے۔

نازمہ اسے دوسرے دن پارلر لے گئی تھیں جہاں اس کے بالوں کو ٹرمنگ کے ساتھ ساتھ مینی کیور اور پیڈی کیور بھی کرایا گیا۔ یہاں بھی نازمہ نے اچھے خاصے پیسے ادا کیے تھے گو کہ اسے ضرورت اور خواہش نہیں تھی۔ مگر وہ جبرا" اسے یہاں لائی تھیں اور اب پےمنٹ دیکھ کر اسے مزید ندامت ہونے لگی تھی' لہٰذا گھر پہنچتے ہی اس نے دراز میں رکھے وہ تمام پیسے لا کر نازمہ کے سامنے رکھ دیے جو عفان بھائی نے اسے یہاں آنے پر دیے تھے اور آج اتنے دن گزرنے پر بھی اس میں سے ایک پیسہ کم نہیں ہوا تھا۔

"یہ کیا ہے۔" وہ فون پر بزی تھیں فارغ ہوئیں تو اس کی طرف توجہ کی۔

"جی وہ یہ پیسے۔"

"تم اٹھاؤ انہیں اور اپنے پاس رکھو' انڈر اسٹینڈ۔ ایک دو دن میں تمہارا ایڈمیشن ہو جائے گا۔ کالج جاؤ گی تو پھر ضرورت پڑے گی ان کی۔"

وہ قدرے خوشگوار موڈ میں تھیں اس نے کچھ کہنا چاہا مگر اس دوران عفان بھائی وہاں چلے آئے نازمہ نے انہیں اس کے ایڈمیشن کا بتایا تو وہ تھوڑی سہلا کر

وی آن کرنے لگے۔ جس پر ابھرنے والے عریاں منظر نے اسے ندامت سے عرق عرق کر دیا تھا۔ وہاں ٹکنے کا اب کوئی جواز نہیں تھا۔ وہ برق کی سی تیزی سے پلٹ گئی تھی۔

"آر یو آل رائیٹ نازمہ' یہ تم نے کیا نیا بکھیڑا کھڑا کر لیا ہے۔"

عفان اس کے جاتے ہی بیوی سے مخاطب ہوئے تھے۔ جو فائلر سے ناخنوں کو شیپ دیتے ہوئے جانے کیا سوچ کر مسکرا رہی تھیں۔

"کون سا بکھیڑا۔ انشراح کی اسٹڈیز کا؟"

"آف کورس یار! کیوں اپنا وقت ضائع کرتی ہو' یہ پڑھ لکھ کر بھی ایسی ہی رہے گی۔"

"تمہاری ممی کی طرح۔"

عفان کے بے زار لہجے پر برجستہ جواب آیا تھا۔ وہ لب بھینچ کر چپ سے ہو گئے۔

"اوہ کم آن عفی۔ آپ جانتے ہیں میں کبھی کوئی کام ود آؤٹ لاجک نہیں کرتی۔ بلیو می انشراح کا ہماری سوسائٹی کے مطابق گروم ہو جانا ایک طرح سے ہمارے ہی انٹرسٹ کی بات ہے آپ اگر غور کریں تو سمجھ جائیں گے میں کیا کہہ رہی ہوں۔"

دوستانہ انداز میں ان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے نازو نے جس معنی خیزی سے کہا عفان چند ثانیے کے لیے انہیں دیکھتے رہ گئے اور جب بات سمجھ میں آئی تو بے اختیار انہوں نے بھنویں سکیڑ لیں۔

"وہ میری بہن ہے نازو' یہ خیال رکھنا میں لوگوں سے باتیں سننا نہیں چاہتا۔ کوئی اسکینڈل نہیں ہونا چاہیے سانڈاسٹ۔"

انہوں نے گویا اجازت دیتے ہوئے انشراح کی لگام نازمہ بیگم کے ہاتھ میں تھما دی تھیں جس پر وہ مطمئن ہو کر کھلکھلا ئیں۔

"تھینکس گاڈ۔ میں تو سمجھ رہی تھی جیسے آپ ابھی کوئی مڈل کلاس بھائیوں والا ڈائیلاگ بولنے والے ہیں۔ اینی وے۔ آپ اس کی فکر نہ کریں۔ آئی کین ٹیک گڈ کیئر آف یور سسٹر۔"

ایک انداز دلربائی سے وہ مسکرائی تھیں عفان وقار

کو ان کی آنکھوں میں ایک مخصوص چمک نظر آئی جو عموماً کسی خاص موقع پر کچھ کر گزرنے کے خیال سے ہی ان کے نین کٹوروں سے چھلکتی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر یوں ہنسے جیسے جو کہنا اور سمجھنا تھا اس کے لیے لفظوں کی ضرورت نہ رہی ہو۔

♥ ♡ ♡ ♥

وہ سبھی تھی شیرل سے ملانے بھابھی اسے اس کے گھر لے جائیں گی مگر اس شام وہ اسے کسی گیٹ ٹوگیدر میں لے آئی تھیں۔ بلیک اینڈ سلور کنٹراسٹ کے کٹ ورک والے دیدہ زیب اور خوب صورت میں ملبوس کانوں میں سلور بالیاں پہنے وہ حد درجے چارمنگ لگنے کے باوجود کنفیوز ہو رہی تھی۔ سارے رستے بھابھی کی ڈانٹ ڈپٹ سے لگائی لپ اسٹک چھڑاتی آئی تھی جو کہ اس کا واحد سنگھار تھی۔ بال بھی وہ چپکے چپکے روبل ڈال کر باندھ چکی تھی رہ گیا دوپٹہ تو بھابھی کے ساتھ اندر داخل ہوتے ہوئے ان سے دو قدم پیچھے رہ کر اس نے سر پر جما لیا تھا۔

مگر ان سب باتوں سے کوئی خاص فرق نہیں پڑا تھا بلکہ اس کے سر پر لیے دوپٹے نے بہت سے لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کر دیا تھا۔ نازمہ حسب روایت گیدرنگ میں آتے ہی سب کچھ بھول بھال گئی تھیں چند ثانیے تو انہیں احساس تک نہ ہوا کہ وہ ان کے پہلو میں کھڑی سر جھکائے سب کی ستائشی اور متحیر نظروں سے بچنے کی کوشش کر رہی ہے۔

"ہیلو نازمہ! ہاؤ آر یو۔"

مسز کاظم کی آواز پر نازمہ عفان نے بمشکل چہرے کے تاثرات کو کنٹرول کیا بڑے تکلف سے ان کے رخسار سے رخسار ٹکرا کر رسمی انداز میں مسکرائیں۔

"فائن مسز کاظم آپ کیسی ہیں۔"

وہ کہہ رہی تھیں انشراح نے یونہی نظر گھمائی تو چہار اطراف طویل لان میں جگہ جگہ خوش فکروں کی ٹولیاں جمع نظر آئیں۔ پہلی بار کسی مخلوط پارٹی میں آنا ہوا تھا۔ اس کے تو چودہ طبق روشن ہوئے تھے۔

"یا خدا۔ کیا یہ واقعی پاکستان ہے اور یہ کیسے بہن بھائی ہیں۔"

عریاں لباس والی خواتین اور لڑکیاں حضرات کے کندھوں سے جھول رہی تھیں۔ اس کے تصور میں بھی نہ تھا کہ ان کے مابین کوئی رشتہ یا تعلق نہیں۔

حیرت اور تاسف اس کی تسبیح رنگت کو سرخی بخش رہا تھا کہ ایک مردانہ آواز نے اسے چونکا دیا۔ وہ جو کوئی بھی تھا نازمہ بھابھی سے مخاطب تھا۔

"ہیلو مسز عفان! کہاں تھیں آپ' آپ کے بغیر ساری رونق ہی ادھوری تھی۔" بے فکری سے نازمہ کا ہاتھ تھام کر مصافحہ کرتے ہوئے وہ شخص جس قدر مطمئن تھا اسی قدر انشراح کی حالت غیر تھی۔ ایک نامحرم مرد اور عورت کے درمیان یہ بے تکلفی۔

یہ بے تکلفی ہے یا بے راہ روی۔

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دونوں کو دیکھ رہی تھی کہ بالآخر ان حضرت نے اسے نوٹ کر ہی لیا۔

"آپ کی تعریف۔ نازمہ کیا یہ آپ کے ساتھ ہیں۔"

اب کے پرشوق نظریں اس کے چہرے پر آ رکیں تو وہ بری طرح گڑبڑا کر نظریں جھکا گئی اور دیکھ ہی نہ سکی کہ نازمہ اس کے اس طرح اپنے سابقہ حلیے میں واپس آجانے پر کس بری طرح جز بز ہوئی تھیں۔

"جی یہ میری سسٹر ان لاء ہیں۔"

نازمہ کا لہجہ ضبط اور غضب کی چغلی کھا رہا تھا۔ انشراح کی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگ گئیں۔ نازمہ کی قہرمانی نظروں سے زیادہ اس شخص کی بے باک اور ناپاک نظریں اس کے اندر جیسے میخوں کی صورت گڑی جا رہی تھیں۔

"اوہ۔ پہلے کبھی تعارف نہیں کرایا آپ نے۔"

"کہاں چھپا کر رکھا تھا یہ ہیرا۔"

"یقیناً" تراش خراش کے لیے چھپایا ہوا ہو گا۔"

کافی لوگ ان کے اردگرد جمع ہو گئے تھے۔ نازمہ اس کے دوپٹے پر خشمگیں نظریں ڈالتے ہوئے بے اختیار مسکرا دی تھیں۔ افروز کی پیشن گوئی سچ ثابت ہوئی تھی۔ وہ اپنے مخصوص انداز میں بھی سب کی نظروں میں آگئی تھی۔ بلکہ کتنی ہی ستائشی نظریں رشک سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

نازمہ کے غصے کی جگہ دھیرے دھیرے تفاخر لینے لگا تھا۔ اس میں ایک نظر اٹھا کر دیکھنے کا بھی یارا نہیں رہا تھا۔ ایسی بے باک گفتگو اس نے اپنے لیے کب سنی تھی بھلا۔ اس کے لیے تو یہ سب ہی بہت نیا اور اچھوتا تھا۔ مگر یہ نیا پن اپنے اندر کوئی تسکین خوشی یا طمانیت نہیں رکھتا تھا وہ بمشکل خود پر ضبط کیے ہوئے تھی۔

"مگر لگتا ہے آپ ان کے سیل گھر چھوڑ آئی ہیں۔" کسی نے شوخ تبصرہ کیا تھا۔

"بھئی ان کی عادت ہے بہت ریزرو سی لڑکی ہیں یہ انشراح احمد نام ہے ان کا۔ ابھی کچھ ماہ ہوئے سنارجہ سے آئی ہیں۔"

"شاید اسی لیے اردو بولنے میں دقت ہو رہی ہے انہیں۔"

نازمہ کے روانی سے جھوٹ بولنے پر دوبارہ اسی کی آواز نے کہا تھا اس نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ وہ جو کوئی بھی تھی چہرے سے ہی خوش باش اور ہنس مکھ لگ رہی تھی۔

"اوہ کم آن۔ شیرل میں انشی کو تم سے ملانے ہی لائی ہوں۔" نازمہ نے اسی شوخ کو مخاطب کیا تو اس نے قدرے سر اٹھایا۔

"مائی پلیژر مسز عثمان۔"

شیرل ہنسی تھی اور پھر یکدم اس کے اشارے پر بھی وہ لڑکیاں لڑکے اس کے گرد جمع ہو گئے۔ جنہیں انشراح سے ایک سے متعارف کراتے ہوئے نازمہ خاصی خوش تھیں۔

ایک دو لڑکیوں نے اس سے مصافحہ کیا تو وہ قدرے مسکرائی۔ شیرل مسلسل بولتی جا رہی تھی کئی لڑکے بھی وہاں موجود تھے۔

"یہ ٹیپو ہے میرا دوست۔" شیرل نے بتایا اور اس سے پہلے کہ وہ نظر جھکاتی ٹیپو نے انتہائی بے تکلفی سے اس کا موی ہاتھ تھام لیا۔

ایک تیز برقی رو تھی جو اس کے اندر دور تک دوڑتی چلی گئی تھی اس کا ہاتھ بری طرح جھٹک کر وہ بے اختیار انتہائی ترشی سے جیسے غرائی تھی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے آپ نے جرات کیسے کی میرا ہاتھ پکڑنے کی۔" اس کی آواز گو کہ ایسی کوئی بلند بھی نہ تھی مگر ارد گرد کے ہجوم کو یکدم جیسے سکتہ ہو گیا تھا نازمہ کا تو بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے ایک تھپڑ لگا دیں سب کی نظروں میں یکدم استہزا اتر آیا تھا۔

"واٹ از دس نان سینس مسز عثمان۔ از شی میڈ۔"

ٹیپو اس درجے بے عزتی پر بری طرح تلملایا تھا۔ انشراح کی رگ رگ میں جیسے لاوا دوڑنے لگا وہ غیظ و غضب سے بری طرح کانپ رہی تھی اس لمحے۔

"مجھے کچھ کہنے سے پہلے آپ اپنے گریبان میں جھانکیے کہ آپ کیا ہیں آپ کو تو..."

"شٹ اپ انشراح۔ بہت ہو گئی بدتمیزی۔ میں تمہیں یہاں اس لیے لائی تھی۔"

نازمہ کی تیز آواز پر اسے بری طرح دھچکا لگا تھا اس نے ڈبڈبائی آنکھوں سے انہیں دیکھا تو شدید ناگواری کا بھرپور تاثر دیتے ہوئے وہ اسے بازو سے گھسیٹتی ایک طرف لے جاتے ہوئے ان سب سے معذرت خواہانہ بولیں۔

"ایکسکیوزمی۔ مجھے ذرا انشی سے کچھ کہنا ہے۔"

"اوہ شیور۔" مجمع جیسے جاگا تھا۔

دبی دبی ہنسی اور طنزیہ نظریں انشراح اور نازمہ دونوں نے سنی اور محسوس کی تھیں۔

"اونہہ پینڈو! سمجھتی کیا ہے خود کو۔"

ٹیپو کا خون اب تک بری طرح کھول رہا تھا اگر روبی اسے ساتھ نہ لے جاتی تو جانے وہ کیا کر بیٹھتا سب ہی حسب توقع برملا اس کا مذاق اڑا رہے تھے البتہ شیرل نے قدرے رک کر اسے دیکھا ایک عجیب سا افسوس محسوس ہوا تھا اسے اس لڑکی پر۔ جسے نازمہ کونے میں کھڑی بری طرح ڈانٹ رہی تھیں۔

شیرل کے قدم از خود اس کی طرف بڑھنے لگے جو باوجود ضبط کے آنسو بہنے سے روک نہ سکی تھی۔ نازمہ سے کتنے ہی لوگ اس کے متعلق استفسار کرنے چلے آئے تھے۔ نتیجتاً انہیں خود پر ضبط کرنا پڑا۔

"صاف کرو یہ آنسو اور ڈرامہ بند کرو۔ مجھے معلوم ہوتا کہ تم میری یہاں یہ انسلٹ کرواؤ گی تو کبھی نہ لاتی

تمہیں۔"

سامنے سے آتے مسٹر اینڈ مسز فاروق کو دیکھتے ہوئے بظاہر وہ مسکرا رہی تھیں مگر سرگوشیانہ لہجہ آگ اگل رہا تھا۔ ان کا بڑھایا ہوا ٹشو تھام کر وہ رخ پھیر گئی اور جب جھکا سر اٹھایا تو سامنے شیرل کھڑی تھی دوستانہ سی مسکراہٹ لیے۔

"پیپلو اوپے کہتے ہیں کہ آنسو بہانے سے آنکھیں صاف ہو جاتی ہیں اور اگر آنکھیں صاف ہو جائیں تو سامنے کا منظر بہت صاف نظر آتا ہے۔ کیا خیال ہے؟"

متبسم انداز خاصا متاثر کن تھا۔ وہ یونہی اسے دیکھتی رہی۔ آنکھوں میں سرخی سی اتری ہوئی تھی۔

"میں بہت سے دوست بنانے کی عادی ہوں۔ بلکہ اگر تم یہاں کسی سے بھی پوچھو کہ شیرل کون ہے تو سب ہی مجھے اپنا دوست بتائیں گے مگر دوست ہوتا نہیں ہر ہاتھ ملانے والا" آئی بجھ۔"

قدرے شوخی سے اس نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا" اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ ٹیپو والے واقعے پر طنز کر رہی ہے یا مذاق، سنجیدہ نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی جبکہ اس نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"او، کم آن انشراح احمد۔ مانا کہ تمہاری آنکھیں قاتلانہ حد تک خوب صورت اور گفتگو کرنے کے فن سے مالا مال ہیں مگر مسئلہ یہ ہے کہ میں نگاہوں کی زبان سمجھنے میں ہمیشہ کمزور رہی ہوں۔ اب جلدی سے یہ بتاؤ کہ میری دوستی قبول ہے یا ٹیپو کی طرح میرا ہاتھ بھی۔"

ہونٹ دانتوں تلے دباتے ہوئے وہ کچھ اس انداز سے مسکرائی کہ انشراح جھینپ سی گئی لبوں کی شگفتہ سلوٹوں میں تبسم آرکا تھا۔

"ہوں، تو گویا کہ ایگریمنٹ بھی نظروں سے ہی سامنا کیا ہے۔ بائی دا وے، تم بولتی کم ہو یا صرف غصے کی کیفیت میں اسپیکنگ پاور کا استعمال ہوتا ہے۔"

وہ قصداً اسے نازمہ کی رنجش سے نکال لائی تھی اور انہیں آنکھوں ہی آنکھوں میں تسلی اور اطمینان دلا دیا تھا۔ انشراح اس کی بات پر اب کے باقاعدہ ہنسی تھی۔

مترنم دھیمی سروں والی ہنسی۔ شیرل نے دلچسپی سے اسے دیکھا جبکہ وہ کہہ رہی تھی۔

"آپ مجھے اچھی لگی ہیں۔ اس لیے آپ سے دوستی کرنے میں مجھے خوشی ہوگی۔"

"اوہ آئی ایم آنرڈ۔ مگر دیکھو نہ تو میں عمر میں تم سے دس سال بڑی ہوں اور نہ ہی کوئی ایسی گریٹ پرسنالٹی کہ تم آپ جناب کا تکلف کرو۔ سیدھے سیدھے مجھے شیرل یا شیری کہہ سکتی ہو۔"

"جی اچھا۔" وہ اس اپنائیت پہ خوش ہو گئی تھی سادگی سے بولی۔

انداز ایسا تھا کہ شیرل کو باقاعدہ ہنسی آگئی جسے اس نے ہونٹوں میں دبا لیا اور سنجیدہ ہو گئی۔

"اچھا تو ایک بات بالکل سچ بتاؤ۔ کیا تم واقعی شارجہ سے آئی ہو؟" وہ پوچھ رہی تھی اس سوال کے ساتھ ہی انشراح کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں سہمی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا۔

"تم مجھ پر اعتبار کر سکتی ہو انشراح۔" وہ اس کا کندھا تھپتھپا کر بولی مگر اسے بھابھی کے خوف نے جکڑ رکھا تھا۔ لہٰذا خاموش ہی رہی۔ شیرل کے لیے سمجھنا مشکل ہو رہا تھا۔

"او آئی سی۔" وہ جیسے معاملے کی تہہ تک پہنچ گئی۔ "تبھی تم اتنی کنفیوز نظر آتی ہو۔ بے چارے ٹیپو کی بلاوجہ انسلٹ کر دی۔ میں تو سمجھی تھی تم پراؤڈ ہو اس لیے بات نہیں کر رہیں۔ اینی وے، آؤ تمہیں اندر لے چلوں۔ وہاں لوگ کم ہیں۔"

پتا نہیں کس کا گھر تھا، شیرل بے تکلفی سے اندر چلی گئی تو اسے بھی آنا پڑا مگر دروازے پر ہی کسی سے بری طرح ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی وہ۔ اگر سامنے والا قدم نہ روک لیتا تو اسے تو اپنے ادھیڑبن میں پتا بھی نہ چلتا۔

"دیکھ کر میڈم۔ آر یو سلیپنگ۔"

قدرے سخت بھاری مردانہ لہجہ تھا۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی دروازے کا پٹ تھام گئی۔ نظر بے اختیار اوپر کی طرف اٹھی اور "معاف کیجیے گا" کے الفاظ زبان سے پھسل پڑے۔

لیے انداز' لباس اور چھب نا شناسا سا تھے۔ ساتھ چہرے پر جما خوف وہراس ایک لمحے کے لیے میشم سلمان شاہ کو چونکا گیا۔

"ارے تم کہاں رہ گئی ہو۔ اوہ میشم تم۔"

شیرل اس اثناء میں پکارتی پلٹی تھی کہ میشم کو دیکھ کر رک گئی۔

"ہیلو شیرل! کیا حال ہے۔" مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا جسے شیرل نے گرمجوشی سے تھام لیا تھا۔

"بالکل ٹھیک۔ تم سناؤ آج یہاں کیسے آنکلے۔ تم تو کم ہی آتے ہو گیٹ ٹو گیدر پر۔" انشراح نے اسے تعجب اور رنجیدگی سے دیکھا۔ وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔

"بس یونہی پاپا نے زور دیا تو مجھے آنا ہی پڑا اور اصل [illegible] کا تقاضا ہے۔ بہت تعلقات ہو گئے ہیں آج کل ان [illegible]۔" وہ مسکراتے ہوئے بتا رہا تھا اس کی طرف دوبارہ اس نے نظر نہیں ڈالی تھی۔

"ہاں۔ سنا ہے میں نے' وہ دونوں کوئی پراجیکٹ شروع کر رہے ہیں۔"

"مجھے زیادہ نالج نہیں اس کے بارے میں۔" میشم کچھ بے زاری سے بولا تھا جس پر شیرل مخصوص انداز میں ہنس پڑی۔

"مجھے پتہ ہے میشم تمہیں کبھی بھی اپنے پاپا کے بزنس میں انٹرسٹ نہیں رہا جبکہ تم خود ایک اچھے بزنس مین ہو۔"

"بس یہی فرق ہے مجھ میں اور پاپا میں۔" سر جھٹک کر اس نے قدرے تلخی سے کہا اور پھر مس انشراح کی موجودگی کا احساس کرتے ہوئے شیرل کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"اوہ میں تو بھول ہی گئی' یہ ہیں مس انشراح احمد عثمان وقار کی سسٹر اور انشراح یہ میشم سلمان شاہ ہے' میرے ڈیڈی کے دوست سلیمان انکل کا بیٹا۔ بہت قابل ہے' اس نے پاپا سے الگ خالصتا' اپنی محنت سے اپنا ایک مقام بنایا ہے۔ تم اس کی کامیابیوں کے بارے میں سنو تو حیران رہ جاؤ [illegible]۔"

"بس بس شیرل' پہلی ملاقات کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔"

وہ کچھ الجھا الجھا سا تھا۔ ٹوکتے ہوئے بولا تو انشراح نے بلا ارادہ نظر اٹھائی' قیمتی لائٹر سے سگریٹ جلاتے ہوئے وہ اسے ہی کن انکھیوں سے دیکھ رہا تھا نظر ملنے پر رسمی سا مسکرایا مگر دوسرے لمحے وہ کوئی جوابی مسکراہٹ دیے بغیر قدرے آگے بڑھ آئی تھی۔

"چلو شیرل! مجھے پیاس لگ رہی ہے۔"

خود میں سمٹی سی وہ کچھ کنفیوزڈ سی ہو رہی تھی۔ میشم نے بغور اسے دیکھا تو قدرے چونکا۔ وہ نہ صرف خوب صورت تھی بلکہ بلیک کٹ ورک کا آنچل سر پر لیے بہت مشرقی مشرقی سی لگ رہی تھی۔ سادہ چہرہ اور سادہ اطوار البتہ اس کا نظرانداز کرنا میشم کو کچھ ناگوار گزرا تھا۔

"اچھا بھئی چلتے ہیں۔ مگر تم میشم سے ہائے ہیلو تو کر لو' بھلے مصافحہ نہ کرنا۔" شیرل جملے پر اسے اندازہ ہوا اسے ایک ہی بات کا ریکارڈ لگانے کی عادت ہے۔ سنجیدگی سے سلام کر کے آگے بڑھ کر اندر داخل ہو گئی تو میشم سے ایک دو جملوں کا تبادلہ کر کے شیرل بھی اندر چلی آئی۔

اور پھر بہت دیر تک وہ دونوں کالج اور مضامین سے متعلق باتیں کرتی رہیں حتی کہ کھانا شروع ہونے لگا شیرل نے بہت زور دیا مگر پھر وہ باہر نہ آئی البتہ اسے بصد اصرار باہر بھیج دیا جہاں اس کے دوست اس کے منتظر تھے۔ جبکہ اندر اکا دکا معمر حضرات ساتھ بیٹھے باتوں میں محو تھے۔

وہ طویل لاؤنج کے آخری سرے پر آرام دہ صوفے پر آ گئی۔ چونکہ یہاں روشنی نسبتاً کم تھی۔ اس لیے وہ سکون سے بیٹھ گئی۔ گھڑی پر نظر پڑی عشاء کی اذان ہوئے بھی تین گھنٹے گزر چکے تھے مگر کسی کا واپس جانے کا موڈ نظر نہیں آیا تھا۔ شیرل نے جاتے بھابھی سے کیا کہا تھا کہ وہ مطمئن ہو کر چلی ہی نہ گئیں' وہ بے چین سی ہو گئی۔ اتنی رات گئے اسے کھانا کھانے کی عادت نہیں تھی وہ بے بسی سے بھابھی کا انتظار کرنے لگی۔

اور اسی لمحے میشم کسی سے باتیں کرتا اندر آیا تھا'

بلا ارادہ نظر اس پر جا پڑی جواب بھی پریشان پریشان سی نظر آ رہی تھی۔ بے اختیار قدم اس کی طرف بڑھے تھے۔

"ہیلو آپ کچھ لے نہیں رہیں کھانا سرو ہو گیا ہے باہر۔"

آواز قریب ہی گونجی تھی وہ ہڑبڑا سی گئی۔ اس دوران میثم سلیمان اسے گہری نظروں کی گرفت میں لیتے ہوئے اس کے سامنے والے صوفے پر آ ٹکا تھا۔

"جی بس۔"

ابا میاں اور عفان بھائی کے علاوہ شاید ہی اس نے کبھی کسی مرد سے بات کی ہو۔ پھوپھی اماں کے گھر بھی سارا دن وہ کمرے میں ہی رہتی تھی' شاذ و نادر ہی کوئی اس سے اور وہ کسی سے مخاطب ہوتی تھی۔" میثم نے قدرے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

اس جیسی لڑکیاں اس نے بہت دیکھی تھیں مگر اپنے سرکل میں پہلی بار اس سے سابقہ پڑا تھا جس کے دوپٹے نے اس کا آدھا چہرہ چھپا رکھا تھا۔ یہ مڈل کلاس نمونہ یہاں کہاں سے آ گیا تھا۔

"تالیا" آپ کا موڈ نہیں تو کولڈ ڈرنک لے لیں۔" نظروں کی گرفت میں اسے لیے وہ بلاوجہ ہی استفسار کیے جا رہا تھا۔ وہ جز بز ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اسے گھبراہٹ ہو رہی تھی اس کی موجودگی سے۔

"نہیں بس شکریہ۔" کہہ کر وہ یوں وہاں سے چلی آئی جیسے ذرا دیر اور رکی تو اس کا پورا وجود موم کی طرح پگھل جائے گا۔

نازمہ بھابھی شیرل کے ساتھ اس طرف آتی نظر آ گئی تھیں۔ نجانے شیرل نے کیا کہا تھا ان سے کہ وہ قدرے بہتر موڈ میں نظر آ رہی تھیں وہ تیز قدموں سے چلتی ان کے پاس آ رکی۔ سانس اب تک تیز چل رہی تھی۔ میثم سلیمان کی نظریں اس کا تعاقب کر رہی ہیں' اس احساس نے اسے مزید نروس کر دیا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

رات نماز پڑھ کر اتنی دیر سے سونے اور بھابھی کے کڑے تیوروں والے لیکچر کو سننے کا نتیجہ تھا کہ صبح طبیعت بہت مکدر ہو رہی تھی۔ اس نے نماز پڑھ کر کچن کا رخ کیا تو احساس ہوا سر میں درد ہو رہا ہے۔ پوری رات ڈھنگ سے وہ سو بھی نہ سکی تھی۔

بھابھی کے حلقۂ احباب میں جس طرح کے لوگ شامل تھے۔ انہوں نے اسے انگشت بدنداں کر دیا تھا۔ اسی ملک اور اسی صوبے کے ایک چھوٹے سے قصبے کی دنیا اور اس عظیم الشان شہر کی دنیا۔ زمین اور آسمان کی طرح مختلف تھی۔ سوچ سوچ کر اس کی کنپٹیاں دکھ رہی تھیں۔

فیشن اور جدید تہذیب کے نام پر یہ سب لوگ کہاں جا رہے تھے۔ ڈش کے چینلز پر جو عریانیت دکھائی جا رہی تھی' وہ اس پر ہی کچھ کم متحیر نہیں تھی کہ کل سب کچھ کھلی آنکھوں سے اپنے سامنے دیکھ کر اس کے اندر دھیرے دھیرے شبنم گرنے لگی۔

"انشراح بی بی! آپ کا فون ہے۔"

اس نے حیرت پر قابو پاتے ہوئے کارڈلیس پکڑ لیا۔ ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بمشکل ہیلو بولی۔

"ہیلو۔ میں میثم سلیمان شاہ بات کر رہا ہوں۔"

"جج' جی۔ مگر بھابھی اور بھائی تو ابھی سو رہے ہیں۔"

"جی میں جانتا ہوں۔ مجھے ان سے نہیں' آپ سے بات کرنی ہے۔"

جواباً" بڑے اطمینان اور اعتماد سے کہا گیا تھا انشراح کے چہرے پر تناؤ صاف بڑھا جانے لگا تھا۔

"مگر مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔"

سخت لہجے میں کہہ کر اس نے کارڈلیس لا کر فون سیٹ پر اس کی جگہ لا پٹخا۔

اب تک خون جیسے کھول رہا تھا۔ میثم سلیمان شاہ خود کو سمجھتا کیا ہے۔ اسے بھی کوئی ایسی ویسی لڑکی سمجھ کر فون کر ڈالا تھا۔

غصہ کم ہوا تو خیال آیا اس میں اس کا کیا قصور۔ وہ جس طرح کی تقریب میں گئی تھی اور جس طرح اس لڑکی' شیرل خان کے لڑکوں سے مراسم تھے اس کی معیت میں رہنے کے باعث' ممکن ہے اس نے یہی سمجھا ہو کہ وہ بھی ایسی ہی ہے۔

مگر اب کیا ہو گا۔ میثم سلیمان کے فون نے اسے

…سما دیا تھا۔ ریلیکس ہوئی تو اسے خیال آیا' وہ قدرے سنجیدہ اور الجھا الجھا سا' اتنا برا بھی نہیں ... آج کی اس حرکت نے اسے اپنے خیالات میں تبدیلی لانے پر مجبور کر دیا۔

"اماں ٹھیک کہتی تھیں۔ مرد کو پہچاننے کے لیے ایک نہیں دس آنکھوں کی ضرورت ہوتی ہے پھر بھی اسے سمجھنا آسان نہیں۔ چہرے ہمیشہ دھوکے دیتے ہیں' خصوصاً مرد کا چہرہ۔"

اماں کا تلخ تجربہ اکثر ایسے فقروں میں ڈھل جاتا تھا۔ اور وہ سن کر بھی کچھ نہیں پائی تھی' نہ وہ اسے سمجھاتیں بلکہ کبھی ان کے خود فراموشی میں کہے گئے کسی جملے پر وہ استفسار کر بیٹھتی تو وہ اسے سینے سے لگا لیتیں۔

"مت سمجھو یہ باتیں بیٹا۔ یہ روگ ہیں جو میں اپنے ساتھ لگا لائی ہوں۔"

وقار خان کا دیا ہوا دکھ اور اپنے بیٹے عفان کی جدائی انھیں بہت کمزور کر گئی تھی۔ بھائی کے پاس جب وہ واپس آئیں تو والدین انتقال کر چکے تھے۔ بھائی نے اپنی زندگی کا واسطہ دے کر متین احمد سے انھیں بیاہ دیا۔ وہ زندگی سے سمجھوتا کرنے لگیں۔ البتہ اب انھیں بھی زندگی سے خوف آنے لگا تھا۔

انشراح کو بھی وہ تعلیم دلوانے کے حق میں نہیں تھیں مگر اس کے ماموں نے ان کی ایک نہ سنی اور متین احمد صاحب کو اس کی تعلیم کے لیے راضی کر لیا۔ البتہ مڈل کے بعد ہی اسے اماں نے اسکول سے اٹھا لیا تھا۔ باقی تعلیم گھر پر حاصل کی تھی اس نے۔

ماموں اپنی بہن کا حشر دیکھ چکے تھے اس لیے بھانجی کو بھی تعلیم اور جدید تہذیب سے آراستہ کرنے کی انھوں نے ہر ممکن کوشش کی۔ عمر نے ساتھ نہ دیا ورنہ وہ اسے پرائیویٹ کے بجائے ریگولر تعلیم دلواتے۔

ماموں جان کا دھندلا دھندلا خاکہ اس کے ذہن میں محفوظ تھا۔ کتنے خوب صورت رشتے تھے یہ بھی آخر کو وہ بھی تو مرد تھے۔

وہ یونہی خیالات کے سمندر میں ڈوبتی ابھرتی خود میں گم تھی کہ مس روزی کی آمد نے اسے چونکا دیا۔ ناشتہ تیار تھا۔ مس روزی سرو کرنے لگی تو اسے بھی اٹھنا پڑا۔ آج کل بھابھی کی مہربانی کی بدولت اسے بھی ان کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل پر ناشتہ کرنے کی مراعات مل گئی تھیں۔

"ہیلو انشراح۔"

عفان بھائی غالباً کل کے واقعے سے ناواقف تھے۔ اس لیے مسکرا کر ہی ملے' اس نے قدرے گھبرائے ہوئے انداز میں نازمہ کی طرف دیکھا جو کہ خاصے آف موڈ میں تھیں۔ وہ محض سر ہلا کر رہ گئی اور چائے کپ میں انڈیلنے لگی تھی کہ بھابھی کی آواز نے متوجہ کر لیا۔

"انشی! آج تمہیں میشم پک کرنے آئے گا۔ میں نے کل رات اس سے بات کر لی تھی ان فیکٹ شیرل تو آج صبح ہی ایک ہفتے کے لیے لاہور جا رہی ہے' اس لیے میشم تمہارا ایڈمیشن کرا دے گا۔ اس کی آنٹی پرنسپل ہیں اس کالج میں جہاں میں تمہارا ایڈمیشن کرانا چاہتی ہوں۔"

سلائس پہ مکھن لگاتے ہوئے نازمہ حسب عادت حکمیہ انداز میں کہہ رہی تھیں۔

"وہ' جی مگر۔"

"اگر مگر کچھ نہیں۔ آئی تھنک ابھی آنے والا ہو گا۔ تمہیں ناشتہ کرتے ہی تیار ہو جانا چاہیے اور ہاں سنو' آج ذرا ڈھنگ سے رہنا' کل والی کوئی حرکت نہیں ہونی چاہیے۔"

اسے بولنے کا موقع دیے بغیر وہ پھر خشونت سے بولیں اور ساتھ ہی تنبیہ بھی کی۔

"کیا آپ نہیں چلیں گی میرے ساتھ۔"

اس کی تو جیسے روح فنا ہوئے جا رہی تھی۔ ابھی ذرا دیر پہلے جس بندے کو اس بے دردی سے جھاڑا تھا' اس کی وجہ اب سمجھ میں آئی تھی اسے بھابھی نے کہا ہو گا فون کرنے کو۔ ندامت اور سراسیمگی دونوں ہی اس پر غالب تھے اس لمحے۔

"کم آن انشراح! تم اب بچی نہیں ہو۔ تم بڑی ہو چکی ہو' اب اپنے کام تمہیں خود کرنے چاہئیں۔ وہ تو لیٹ ایڈمیشن کا مسئلہ ہے ورنہ میں تمہیں اکیلے ہی

بھیجتی وہاں۔"
کانٹا پلیٹ میں رکھتے ہوئے نازمہ نے باقاعدہ اسے سمجھایا تھا' عفان وقار محض ایک نظر اس کے زرد پڑتے چہرے کو مایوسی اور طنز سے دیکھ کر رہ گئے' جس کے ابھی سے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ گئے تھے۔ خوف سے کشادہ آنکھیں نازمہ کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔
"لیکن بھابھی میں آپ کے بغیر کسی اجنبی شخص میرا مطلب۔"
"ڈونٹ بی سلی انشراح۔ میثم ہمارا فیملی فرینڈ ہے۔ برسوں سے جانتی ہوں میں اس کو۔ کوالیفائڈ' ہینڈسم اور بڑا ہی مناسب بندہ ہے۔ تمہیں معلوم ہے۔ لڑکیاں تو مرتی ہیں اس کے نام پر۔"
وہ بڑے انداز سے اسے ڈانٹتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ بات کچھ ایسی تھی کہ نعمان بھائی کی موجودگی کے خیال سے اس کا چہرہ خفت سے گلابی پڑ گیا۔ نازمہ کی بے طرح کھلی ڈلی گفتگو کبھی کبھی اس کے لیے امتحان بن جاتی تھی۔ گو کہ عفان بظاہر چائے اور اخبار میں گم تھے مگر وہ جانتی تھی کہ اس طرف متوجہ ہیں۔
"چلو اب تم جاؤ اور جا کر تیاری کرو' اپنے سرٹیفکیٹ وغیرہ نکال لو۔ میرا خیال ہے میثم اب آتا ہی ہوگا۔ میں کنفرم کر لیتی ہوں۔"
موبائل اٹھاتے ہوئے انہوں نے اسے مزید کچھ کہنے کی مہلت دینے کی زحمت گوارا نہیں کی' کیونکہ اس کے چہرے پر لکھا انکار صاف نظر آ رہا تھا مگر وہ میثم سلیمان شاہ جیسی موٹی آسامی کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتی تھیں۔ جس کے چہرے پر لکھی پسندیدگی کی تحریر انہوں نے کل اک نظر میں ہی پڑھ ڈالی تھی۔ وہ گیٹ تک انہیں سی آف کرنے آیا تھا اور یہ بات وہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ میثم سلیمان کی یہ خو نہیں۔ وہ یقیناً "متاثر ہوا تھا۔
"حسن میں واقعی بہت طاقت ہے۔ غالباً" اسی طرح اس پینڈو لڑکی کی ماں نے وقار خان کو بھی اپنا اسیر بنا لیا ہوگا۔ مگر وہ نادان اور ان پڑھ تھی جبکہ اسے میں بالکل ٹرینڈ کر کے بھیجوں گی۔"
واپسی پر انہوں نے تفصیل سے سوچ کر لائحہ عمل تیار کر لیا تھا سو گھر پہنچتے ہی اسے کھری کھری سنانے کا فریضہ ادا کرتے ہی میثم سے بات کی تھی اور اب وہ اسے ہی کال کر رہی تھیں۔
وہ ابھی کچھ کہنے کے لیے ہمت اور الفاظ جوڑ رہی تھی کہ اچانک عفان بھائی نے اسے یوں دیکھا جیسے کہہ رہے ہوں" تم اب تک یہیں کھڑی ہو۔" اور یہ ان کی نگاہوں کا تاثر تھا کہ وہ مرے مرے قدموں سے کمرے میں چلی آئی۔ ناشتہ بھی نہ کیا۔
اس نے وارڈ روب سے مسٹرڈ ریڈ کنٹراسٹ والا سوٹ نکالا جو سب سے سادہ ہوتے ہوئے بھی کافی خوب صورت تراش والا تھا۔ اور ابھی بال سمیٹ ہی رہی تھی کہ نازمہ خود اس کے کمرے میں چلی آئیں۔
"تیار ہو گئیں؟"
"جی بس۔ بال باندھنا رہتے ہیں۔"
وہ ان کی تنقیدی نظروں سے خائف ہوتی تیزی سے ہاتھ چلانے لگی تو وہ اندر چلی آئیں ابھی تک سلیو لیس ٹائٹی پہن رکھی تھی انہوں نے اس نے نظر جھکا لی۔
"تم نے وہ بلو کلر کا سوٹ کیوں نہیں پہنا۔ بے وقوف اس میں زیادہ چارمنگ لگتیں چلو جاؤ چینج کر کے آؤ اور ہاں اپنی گولڈ چین رنگ اور ٹاپس ضرور پہننا۔"
وہ حکمیہ کہتی باہر نکل گئیں تو بے بسی کے مغلوب کرتے احساس نے اس کی پلکیں بھگو ڈالیں۔
"یہ بھابھی مجھے کون سی راہ چلا رہی ہیں۔"
بمشکل خود پر ضبط کرتی جب وہ حسب ہدایت تیار ہو کر باہر نکلی۔ میثم سلیمان شاہ لاؤنج میں موجود نظر آیا۔ نازمہ ٹائٹی پر مہین سا گاؤن پہنے عفان اور میثم سے محو گفتگو تھیں۔ وہ جیسے کٹ سی گئی میثم کے چہرے کے تاثرات اتنے گمبھیر اور سنجیدہ تھے کہ وہ اس کی طرف دیکھ بھی نہ سکی۔
"تم کسی میلاد میں نہیں جا رہیں۔ یہ دوپٹہ شولڈرز پر ڈالو۔"
نازمہ کی جونہی اس پر نظر پڑی۔ قریب آ کر کیٹلے لہجے میں ترشی سے بولیں تو وہ گڑبڑا کر انہیں دیکھنے لگی جن کی نظروں میں تحکم تھا۔ مگر اس نے دوپٹہ سر کا

میثم اسی طرح ڈھیٹ بنی کھڑی رہی۔
"چلیے مسز عفان انہیں بھیج دیں میں باہر ویٹ کر رہا ہوں۔"

میثم سلیمان کی آواز اسے مژدہ جانفزا لگی تا زمہ انہوں نے اسے دیکھ کر میثم کی طرف مڑ گئیں تو "ج" سج چلتی اس کے پیچھے آگئی فرنٹ ڈور کھولتے ہوئے اسے اشارہ کیا تو وہ چپ چاپ بیٹھ گئی سینے سے لگی فائل میں تمام ڈاکومینٹس موجود تھے۔

"میں آپ کو کہاں لے جا رہا ہوں؟ کچھ معلوم ہے؟"

وہ باہر دوڑتے بھاگتے منظروں پر نظر جمانے کی کوشش کرتے ہوئے اپنے خوف پر قابو پانے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھی کہ معاً اس نے پکارا تھا۔

"کالج۔" مرتعش آواز میں جواب ملا تو میثم سلیمان نے بے ساختہ گردن کو خم دے کر اس کی طرف دیکھا جو ڈارک بلو سوٹ میں ملبوس دوپٹے کو سلیقے سے سر پہ لیے سراسیمہ اور ہراساں نظر آ رہی تھی۔

"کون سے کالج؟" پھر سوال وہ سٹپٹا کر اسے دیکھنے لگی اس سوال کا جواب اس کے پاس نہ تھا۔
"کچھ پوچھا ہے میں نے میڈم؟"
"پتا نہیں۔ بھابھی نے بتایا نہیں مجھے۔" وہ گھبرائے گھبرائے لہجے میں بولی تھی۔
"اور آپ نے پوچھا بھی نہیں۔" ترچھی نظر سے اسے دیکھا۔
صاف جتانے والا انداز تھا وہ شرمندہ ہو کر سر جھکا گئی۔

"سبجیکٹ کون سے رکھنے ہیں۔ یہ پوچھا تھا یا ابھی ہے یا نہیں۔" لطیف سا طنز تھا وہ ماتھے پہ آیا پسینہ آنچل سے پونچھتے ہوئے سخت نروس ہو رہی تھی۔

"جی وہ میں نے سوچ لیے ہیں۔"
"تھینکس گاڈ۔ کچھ سوچنے کی زحمت کر لیتی ہیں آپ۔ بائی دا وے صبح فون آپ نے ہی ریسیو کیا تھا نا؟" وہی لہجہ تو یہ تھا قدرے رک کر سوال کیا۔
"ج جی جی۔" پشیمانی سے وہ کہہ ہی گئی۔ منتظر تھی کہ اس طرف سے بھی پھر سے تلخ و درشت لہجے سے سابقہ پڑے گا مگر وہ خاموشی سے سگریٹ نکال رہا تھا اس نے دزدیدہ نظروں سے دیکھا تو اسموکنگ کی اجازت مانگنے والے انداز میں بولا۔
"آپ کو اسموک الرجی تو نہیں ہے۔"
سنجیدہ سا لہجہ تھا وہ گڑبڑا کر اسے دیکھنے لگی۔ میثم سلیمان نے ایک لمحے کے لیے اس پر تفصیلی نظر ڈالی۔ حسن وہ وحشت زدہ تھا۔ اس کے لبوں پر بھولی بھٹکی سی مسکراہٹ آ کر سگریٹ واپس پیکٹ میں ڈال دیا۔ جانے اپنے خوف کی وجہ سے یا اس کی موجودگی سے گھبرا کر وہ زیر لب آیت الکرسی کا ورد کر رہی تھی۔
"اتنا مت ڈریے محترمہ مجھے اپنی شرافت پر شک ہو رہا ہے۔" بھاری آواز نارا ضگی لیے ہوئے تھی۔ وہ چونک کر سیدھی ہو بیٹھی۔ گویا وہ نوٹ کر رہا تھا۔

"معاف کیجیے گا۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ میں سمجھی آپ صبح والی بات پر ناراض ہوں گے۔" اس کا وضاحتی جملہ بے ربط سا تھا میثم کی آنکھیں مسکرانے لگیں۔
"نہیں میں نے برا نہیں مانا غالباً غلطی میری ہی تھی۔ ایک ہی ملاقات میں بندہ کسی کو اتنا جان نہیں پاتا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ آپ شہارجہ سے آ کر بھی ایسی ہی ہوں گی۔"
وہ کہہ رہا تھا مگر لہجے میں کچھ ایسا تھا جیسے اس کے شارجہ ریٹرن ہونے پر یقین نہیں ہو۔
"میں شارجہ سے آئی بھی نہیں ہوں۔" وہ یوں بولی جیسے خود کلامی کر رہی ہو۔
نجانے کیوں وہ بات جو کل رات وہ شیرل کو بتا نہیں سکی تھی اس کے سامنے کر گئی۔ شاید اس کے حسن سلوک نے متاثر کیا تھا۔ وہ چاہتا تو آج بھابھی سے اسے اچھی طرح جھاڑ پڑوا سکتا تھا۔ یوں بھی بھابھی کا جھوٹ ایک بھاری پتھر کی طرح سینے پر دھرا تھا۔
اس کے پشیمان پشیمان لہجے پر اس نے کوئی تاثر نہیں دیا تھا جیسے یہ بات تو اس کے علم میں ہی تھی چند

لمحے خاموشی سی چھائی رہی پھر وہی بولا۔
"لیجیے کالج آ گیا۔ گھر سے صرف بیس منٹ کی ڈرائیو ہے۔ آئیے اندر چلتے ہیں۔"

ہلکے پھلکے لہجے میں کہتا وہ کار لاک کر کے آگے بڑھا تو وہ کچھ کچھ حیران سی اس کے ساتھ چل دی۔ پرنسپل کے آفس میں اس کے ساتھ داخل ہوتے ہوئے اس کی ہتھیلیاں بھیگ گئی تھیں مگر میثم نے اتنے نرم اور دوستانہ لہجے میں اسے سمجھایا کہ وہ اندر آ گئی۔

تمام گفتگو انگریزی میں کر کے جس لمحے وہ اس کی طرف مڑا وہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔ ساری صلاحیتیں جیسے سلب تھیں اس لمحے۔

"یہ فارم فل کریں انشراح۔"

فارم اس کی طرف بڑھایا تو وہ کپکپاتے ہاتھوں سے اسے تھام گئی اور پرنسپل کے کہنے پر سامنے پڑے صوفے پر جا بیٹھی۔ فارم انگلش میں تھا مگر اس نے بغیر کسی دقت کے فل کر لیا تھا۔ پرنسپل کچھ حیرانی اور تردد سے اسے دیکھ رہی تھیں اس کالج میں شہر کا امیر طبقہ آتا تھا ایسے میں وہ کس طرح ایڈجسٹ ہو سکتی تھی۔ پرنسپل نے گھما پھرا کر یہ بات کہہ بھی دی تھی۔

"ڈونٹ وری آنٹی! شیریں ہو گی ان کے ساتھ' وہ انہیں سب سمجھا دے گی۔"

وہ بولا تو وہ شرمندگی سے سر جھکا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر پرنسپل نے لاکھ کہا مگر میثم اس کی وجہ سے رکا نہیں اور باہر آتے ہوئے اس سے بولا۔

"کانگریچولیشن۔ آپ کا ایڈمیشن ہو گیا۔"

"آپ کا شکریہ کہ آپ نے اتنا تردد کیا۔"

میثم کے صاف ستھرے شائستہ اطوار اور دوستانہ لہجے نے اس کی گھبراہٹ جذب کر لی تھی اس لیے ہمت کر کے کہہ ہی گئی وہ جواباً" وہ بڑے دل آویز انداز میں مسکرایا تھا۔

"شکریہ تو مجھے ادا کرنا چاہیے کہ آپ نے مجھ پر بھروسا کیا اور میرے ساتھ یہاں تک آ گئیں۔" گو کہ اس نے سنجیدگی سے کہا تھا مگر وہ نجانے کیا سمجھی' بے اختیار نمی اس کی آنکھوں میں اتر آئی تھی۔

"میرے ہر فعل کا دارومدار میری منشا پر نہیں مجھے انسان' میں تو مجبور ہوں۔ کچھ بے روح رشتوں کے آگے بے بس ہوں۔" اس کی سوچ چہرے پر لکھی تھی۔

"وہ کم آن میرا مقصد آپ پر طنز کرنا یا آپ کو ہرٹ کرنا نہیں تھا۔ مس انشراح پلیز آئی ایم سوری۔" اس کی تیز نگاہوں سے وہ نمکین پانی چھپ نہ سکا تھا۔ اتنا کی معذرت سے وہ بولا تو وہ ضبط نہ کر سکی بے اختیار رکے ہوئے آنسو تیزی سے بہنے لگے۔

یہ آنسو اس کے طنز پر نہیں بلکہ تازہ بھابھی کے رویے پر بہے تھے انہوں نے اسے سجا بنا کر باقاعدہ میثم سلیمان کے سامنے پیش کیا تھا وہ چاہتا تو اپنا لیتا چاہتا تو ٹھکرا دیتا۔ کم مائیگی اور بے پردگی کے اس کاٹ دار احساس نے اسے رلا دیا تھا۔

"مجھے گھر چھوڑ دیں مہربانی کر کے۔" گھٹے گھٹے لہجے میں وہ بولی تو میثم حیرت اور سنجیدگی سے اسے دیکھتا کار ان لاک کر کے ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا۔

باقی رستہ خاموشی میں ہی کٹا۔ وہ ہونٹ کاٹ کاٹ کر خود پر ضبط کرتی رہی اور میثم اس کے آنسوؤں کا سرا تلاش کرتا رہا۔ عفان ولا پر گاڑی رکی تو وہ اترنے لگی۔

"ایک منٹ مس انشراح! مجھے نہیں معلوم آپ کو کس چیز نے ہرٹ کیا مگر ایک بات یاد رکھیں۔ جن پتھروں کے دیس میں آپ آ چکی ہیں وہاں یہ کانچ جیسے احساسات بہت دن سنبھال نہ سکیں گی آپ۔ سب کچھ چکنا چور ہو جائے گا۔ خود کو مضبوط بنایئے۔"

وہ مضبوط لہجے میں کہہ رہا تھا۔ انشراح محض اک نظر ہی اسے دیکھ سکی تھی۔ وہ چپ ہوا تو نیچے اتر آئی۔ مگر وہ بھی باہر نکل آیا تھا۔

"اور ہاں۔ جس کالج میں آپ کا ایڈمیشن ہوا ہے وہاں بہت کچھ ضبط کرنا ہو گا آپ کو مجھے نہیں معلوم کہ آپ کسی کو تبدیل کریں گی یا خود ان کے رنگ میں رنگ جائیں گی تاہم کوشش کیجیے گا کہ خود سے نہ بچھڑیں۔"

کال بیل پر انگلی رکھتے ہوئے اس کا گمبھیر لہجہ اس نے بہت قریب سنا تھا اور اس سے پہلے کہ وہ مڑ کر

بھٹکتی ہوئی نیچے تلے قدم اٹھاتا اپنی سوک تک جا چکا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

آج کالج کا پہلا دن تھا سو گھبراہٹ ویسے ہی سوا تھی اس پر بھابھی اور میشم کا کالج کے "مختلف ماحول" کا ڈراوا اسے مایوس کیے دے رہا تھا۔

سو جس وقت دھڑکتے دل سے وہ کالج پہنچی شیرل وہیں کھڑی نظر آ گئی۔ قدرتی طور پر اسے حیرت ہوئی تھی کیونکہ بقول بھابھی وہ تو لاہور گئی ہوئی تھی۔

"ہیلو۔ میں تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی۔ میشم نے بتایا تھا تمہارا ایڈمیشن ہو گیا ہے۔"

اسے دیکھتے ہی شیرل گرم جوشی سے اس طرف بڑھی آئی تھی۔ اس کے ساتھ کھڑی لڑکیوں نے انشراح کو خاصے تعجب سے دیکھا تھا۔ جسے نظر انداز کر کے وہ شیرل کی طرف متوجہ ہوئی۔

"ہاں مگر تم یہاں کیسے؟"

"کیسے کیا مطلب۔" وہ ہنسی۔ "بھئی میرا بھی تو یہی کالج ہے۔"

"اچھا۔" وہ گڑبڑا کر چپ سی ہو گئی اور دل میں یہ یقین دکھ بن کر پھیل گیا کہ کل بھابھی نے اس سے جھوٹ بولا تھا اور قصداً" میشم کو اس کے ساتھ بھیجا تھا۔

"تم نے میری خاطر اپنی دوستوں کو ناراض کر کے اچھا نہیں کیا۔ شیرل۔"

"اوہ کم آن انشی تم مجھے اچھی لگی ہو اس لیے تمہیں دوست بنا لیا ہے۔ ویسے سچ کہوں تو مجھے تمہارا نام اچھا لگا ہے انشراح۔" وہ ہنستے ہوئے وضاحت کر رہی تھی۔

"بائی دا وے اس کے معنی کیا ہیں؟"

"اس کے معنی ہیں وسعت کشادگی۔" وہ بھی کھل کر مسکرا دی تھی۔

"البتہ تمہارا نام میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"ہاں کرسچن نیم ہے نا اس لیے شیرل۔ دراصل میری ممی کیرل کرسچن اور ڈیڈی مظفر خان مسلم۔ ہم تین بہن بھائی ہیں ایک بھائی عمران مسلم ہے دوسرا عیسائی اور تیسری میں نہ مسلمان ہوں نہ عیسائی۔" وہ ہنستے ہوئے بتا رہی تھی۔

"کک کیا؟" شدید دکھ اور حیرت نے اسے ساکت کر دیا تھا۔

"ہاں دراصل جب میرے پیرنٹس نے شادی کی تو انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ جب بچے ہوں گے تو انہیں ان کی چوائس پر چھوڑ دیں گے۔" وہ اسی اطمینان سے بتا رہی تھی جیسے یہ مذہب کی نہیں بلکہ لباس یا رہائش کا معاملہ ہو۔

"مگر مذہب تو زندگی کی اساس ہوتا ہے شیرل! کیا تمہیں نہیں لگتا کہ تم دو حصوں میں منقسم ہو۔ انتشار کا شکار ہو۔ نہ مکمل مسلمان اور نہ ــــــ"

"اوہ کم آن انشراح۔ یہ کتابی باتیں ہیں۔ انہیں کتابوں میں ہی رہنے دو۔ تم مجھے پتا ہو کہہ رہی ہو۔ چلو میں مان لیتی ہوں کہ واقعی مجھے تو ایک مسلمان ماں کی گود ہی میسر نہیں آئی مگر انہیں کیا کہو گی جو دونوں طرف سے بلکہ نسل در نسل مسلمان چلی آ رہی ہیں مگر ان میں اور مجھ میں صرف نام کا ہی فرق ہے۔"

اس نے سامنے بنچ پر بیٹھے ایک گروہ کی طرف اشارہ کیا۔ تیز میک اپ مغربی لباس اور گھٹیا اطوار والی وہ تمام لڑکیاں اس وقت بڑی بے حجابی سے اسموکنگ کے شغل میں مصروف تھیں۔ جنہیں دیکھ کر انشراح احمد کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"ان سب کے والدین مسلمان گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ کتنوں نے تو حج بھی کر رکھے ہیں۔ پیسہ ہو تو حج کرنا کون سا مشکل ہے جبکہ یہ سب ان کی بیٹیاں کتنی ہی بار راتوں کو بھی گھر واپس نہیں جاتیں۔ کبھی کبھی والدین ناراض ہوتے ہیں اور کبھی تو انہیں پتا ہی نہیں چلتا۔ وہ خود گھر میں ہوں تب نا۔"

وہ شاید اس کے کہنے کا برا مان گئی تھی قدرے تلخ لہجے میں حقائق سے پردہ اٹھایا تو وہ بس ایک ٹک اسے دیکھے گئی۔ جس پر شیرل اس کا ہاتھ پکڑ کر تقریباً" کھینچتی اسے کیفے ٹیریا میں لے آئی۔ مختلف رنگوں کے لپ اسٹک ہونٹوں سے لگائے کتنی ہی لڑکیاں ہنسی مذاق کر رہی تھیں۔

"تمہیں اپنے عقائد اور ایمان پر بھروسا ہونا چاہیے۔ موم کی ناک مت بنو' ان گناہوں کی حدت تمہیں پگھلا نہیں سکتی اس بات کا تمہیں یقین ہونا چاہیے۔"

کچھ تھا شیرل کے لہجے میں وہ پسپائی اختیار کرتی ہوئے آرٹس کی بلڈنگ تک چلی آئی۔ پھر پورا دن اس نے تمام کلاسز اٹینڈ کیں تاہم ٹیچرز کے لباس و سنگھار نے اسے بہت بددل کیا۔ اساتذہ کا جو تصور وہ دل سے لے کر اب تک اپنے ذہن میں بناتی چلی آئی تھی وہ سب یہاں غبار راہ کی طرح فضا میں بکھر گیا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

ایک مہینہ اسی طرح گزر گیا کہ اچانک سنی موسم گرما کی چھٹیاں گزارنے کراچی چلا آیا۔

بھتیجے کی فطری محبت اس کے اندر جاگ گئی تھی لہٰذا جس روز اسے آنا تھا وہ کالج ہی نہ گئی یوں بھی ایک آدھ دن میں اس کی بھی چھٹیاں ہونے والی تھیں۔

پہلی بار اس روز نازمہ قدرے خوش نظر آرہی تھیں۔ گو کہ بہت زیادہ پرجوش یا منتظر نہیں تھیں تاہم گزشتہ دنوں کے مقابلے میں قدرے بہتر تاثرات تھے چہرے پر البتہ وہ بہت زیادہ منتظر و مشتاق تھی۔

مگر سارا اشتیاق اس وقت دھرا رہ گیا جب بھابھی نے اسے سنی سے متعارف کرایا۔

"ہاؤ آر یو مائی چائلڈ۔" وہ رسمی انداز میں سنی کو گلے سے لگا کر ہٹاتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

"کوائیٹ فائن ممی۔ آپ کیسی ہیں۔؟"

ادھر سے بھی ویسی ہی سرد مہری اور اجنبیت تھی۔ انشراح نے تحیر سے ان ماں بیٹے کو ملتے دیکھا سنی کے چہرے سے بے زاری صاف پڑھی جارہی تھی۔ دس بارہ سال کا وہ صحت مند خوب صورت سا لڑکا چہرے سے بہت غصیلا اور خودسر نظر آرہا تھا۔

"آئی ایم آلسو فائن بیٹا۔ آؤ تمہیں کسی سے ملواؤں۔" نزاکت سے اپنا پلو درست کرتے ہوئے انہوں نے لاؤنج کے دروازے میں جمی کھڑی انشراح کو اشارے سے بلایا تو وہ بمشکل چار قدم چل کر آگے آ سکی۔

"میٹ یور آنٹی سنی۔ یہ تمہارے پاپا کی سسٹر ہیں۔"

نازمہ کے انداز میں ہلکی سی ترشی تھی مگر انشراح کی ساری توجہ سنی پر تھی۔ جس نے قدرے چونکتے ہوئے گہری نظروں نے اپنے سر تا پیر جانچا تھا۔ نگاہوں میں کوئی بات تھی ایسی کہ وہ کانپ سی گئی۔

"پاپا کی سسٹر ہیں ممی اسٹیپ سسٹر یعنی میری اسٹیپ آنٹی۔"

اسے نروس محسوس کر کے سنی محظوظ ہونے والے انداز میں مسکرا کر طنزیہ لہجے میں بولا تھا پھر اٹھ کر اس کے نزدیک آگیا۔

"ہاؤ آر یو ینگ لیڈی۔" مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اس کے لبوں پر وہی مسخرانہ تبسم تھا جو اولین دنوں میں وہ نازمہ بھابھی کے چہرے اور آنکھوں میں ہلکورے لیتا دیکھتی تھی۔

"ہم میں ٹھیک ہوں۔"

اس نے بھی لرزتا ہوا سا ہاتھ آگے بڑھایا مگر سنی پھرتی سے ہاتھ اونچا کر کے انگلیوں سے بال سنوارنے لگا تھا وہ کچھ کنفیوز سی ہوگئی۔ جس پر نازمہ اور سنی بے اختیار ہنس پڑے تھے۔

"بائی دا وے آنٹی! جو آپ اسی Planet (سیارے) سے آئی ہیں نا؟ یا کوئی ایلین ویلین وغیرہ ہیں۔"

"اوہ کم آن سنی بابا۔ آنٹی کو تنگ مت کرو۔" اس کے شرارت بھرے لہجے پر نازمہ نے اسے تکلف سے ہنستے ہوئے ٹوکا اور پھر اس کی طرف مڑیں۔ "یہ بس ایسا ہی ہے بائی تم کو بھی خوب ستائے گا مگر تم فکر مت کرنا دوستی ہوگی ایک مرتبہ اس سے تو تمہیں بہت انجوائے بھی کرائے گا یہ۔"

نازمہ تفاخر سے بیٹے کے اوصاف گنوا رہی تھیں اور وہ شرارت اور بدتمیزی کے فرق پر غور کرتے ہوئے سامنے صوفے پر ٹک گئی۔ ساری خوشی پہلی ہی ملاقات میں کافور ہو چکی تھی۔ سنی اس کی توقع اور تصور سے بہت ہٹ کر تھا۔

جس شریر اور کھلنڈرے سے بھتیجے کا اس نے خاکہ تراشا تھا وہ بری طرح مسخ ہوا تھا۔ اس نے گہری

سانس بھر کر پھر وہاں بیٹھے کو دیکھنا شروع کر دیا۔
"اوکے بیٹا سنی! میں اب چلوں گی۔ شام کو تمہارے بابا جلدی آئیں گے۔ تم چاہو تو ان کا ویٹ کر لینا۔ نہیں تو کلب چلے جانا' رات تک ہم دونوں بھی وہیں آجائیں گے تم سے وہیں ملاقات ہوگی۔"
بھابھی ایک دو رسمی باتیں کر کے چلتی بنیں تو اس نے سنی کی طرف دیکھا۔ امید تھی اس کے چہرے پر کچھ رنج ہوگا بچے تو ماں کی قربت کے متلاشی ہوتے ہیں اور وہ تو اتنے عرصے بعد آیا تھا یقیناً" بھابھی کے اس طرح چلے جانے پر اسے ہرٹ ہونا چاہیے تھا مگر وہاں اب کچھ نہیں تھا بلکہ وہ انہیں جواب دینے تک کی زحمت کیے بغیر ٹی وی آن کر کے بیٹھ گیا تھا۔
ریموٹ کنٹرول ہاتھ میں لیے جوتوں سمیت پیر شیشے کی میز پر ٹکائے اس کی آنکھوں میں سنجیدگی اور چہرے پر بے تاثر سا عکس تھا۔ انشراح کی نظریں محسوس کر کے وہ یکدم اس کی طرف پلٹا۔
"میرا پوسٹ مارٹم کرنے کے بجائے یہ ٹی وی دیکھیں' آنٹی جی۔ یقین کیجیے' پاکستان میں رہنے کا افسوس ہونے لگے گا۔ وین ڈیم کی مسکولر بوڈی مجھ سے زیادہ اٹریکٹو ہے۔"
اس نے یکدم کوئی انگلش چینل ٹیون کر دیا تھا وہ اس درجہ — بے ہودگی پر پہلے تو پتھرائی نظروں سے اسے دیکھنے لگی اور جب بالکل ہی ضبط کا یارا نہ رہا تو صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔
"کیا ہوا۔ آپ کے اسٹینڈرڈ پر پورا نہیں اترا وین؟"
آنکھوں میں تمسخرانہ چمک اور ہونٹوں پر جلتی مسکراہٹ لیے وہ پوچھ رہا تھا۔ انشراح کو لگا جیسے وہ زیادہ اس "معمر بچے" کے سامنے ٹکی تو اس کا خون جل کر بھسم ہو جائے گا۔
اس کے بعد وہ جس طرح بھی کمرے تک آئی اندر آتے ہی بستر پر گر پڑی۔ گہرے گہرے سانس لیتے ہوئے وہ خود کو یقین دلا رہی تھی کہ ابھی جو کچھ وہ دیکھ اور سن کر آرہی ہے غلط ہے مگر ایسا نہ ہو اذرا دیر بعد ہی کھانے کے لیے سنی کا وحشت سے چلانا اسے سنائی دے رہا تھا۔
"سکینہ! یو بلڈی بچ۔ میرا لنچ اب تک میز پر کیوں نہیں آیا۔"
ساتھ ہی کوئی کانچ کی چیز ٹوٹنے کی بھی آواز آئی تھی۔ اس نے گھبرا کر دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ لیے۔ باہر سے مغلظات بکنے کی صاف آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ خوف سے تھر تھر کانپتی دروازہ اندر سے لاک کر کے بیٹھ گئی۔ حتیٰ کہ شیری کے فون پر جب سکینہ اسے بلانے آئی تو بھی اس نے دروازہ نہیں کھولا۔
اس نے ایسے بچے دیکھے تھے نہ ایسی واہیات باتیں اور انگریزی مغلظات سنی تھیں۔ متاسف اور رنجیدہ سی وہ ایک بار پھر موازنہ کرنے لگی تھی۔
کیا ہونا چاہیے یہ ایک مفروضہ ہے اور جو ہو رہا ہے وہ حقیقت۔ سو حقیقت یہی تھی کہ وہ کسی اور ہی دیس میں آبسی تھی۔ میثم نے کتنا درست کہا تھا کہ یہ پتھروں کا دیس ہے۔
شام کا سرخ آنچل پھیلنے لگا تو وہ کمرے سے باہر نکلی۔ پورا گھر سائیں سائیں کر رہا تھا۔ اسے وحشت تو ہوئی مگر قدرے سکون کا سانس لیا۔ سنی بقول سکینہ کے "حسب دستور" گھر سے جا چکا تھا اور بھابھی وغیرہ کے آنے کی فی الحال کوئی امید نہیں تھی۔ اس نے ماحول پر سکون دیکھا تو چپ چاپ کتابیں اٹھا کر اسٹڈی میں آگئی۔ البتہ ذہن اب تک۔

♥ ♡ ♡ ♥

پھر بہت سارے دن ایسے ہی گزر گئے۔ نازمہ اسے اب تک حسب خواہش سانچے میں ڈھال نہیں سکی تھیں لہٰذا آج کل ان کا موڈ سخت آف رہنے لگا تھا۔
اس شام وہ اپنے کمرے سے اسٹڈی اپنی کتاب لینے جا رہی تھی کہ سنی سیڑھیوں پر اسے مل گیا۔
"ہیلو آنٹی۔ کیا ہو رہا ہے آج کل۔" وہ غالباً" میچ کھیل کر آیا تھا سارا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔
"بس پڑھائی۔" اس نے مختصر سا جواب دیا۔
"ہوں۔ یعنی کہ خاصی بور شخصیت ہیں۔ ویسے آپ بولتی ہی کم ہیں یا ممی نے منع کر رکھا ہے۔" خلاف

توقع وہ اس کے ساتھ ہی نیچے چلا آیا تھا۔ وہ اس کے سوال پر یونہی مسکرا دی۔

"نہیں بس۔ ویسے ہی عادت ہے۔"

"مگر یہ کوئی اچھی عادت تو نہیں۔ آج کل کے ہائی ٹیک دور میں آپ جیسی لڑکیوں کی کوئی ویلیو نہیں، معلوم ہے آپ کو۔

آپ چارمنگ میں گڈ لکنگ ہیں۔ ذرا ممی جیسی ڈریسنگ کریں تو بلیو می غضب لگیں گی۔ بہت اچھا فگر ہے آپ کا۔ دس بارہ بندے تو یوں ہی۔"

"چناخ۔"

اس سے پہلے کہ سنی جملہ مکمل کرتا اس کا ہاتھ بلا ارادہ اٹھا تھا۔ ایک لمحے کو تو سنی اور خود وہ ششدر رہ گئی۔ مگر اگلے ہی لمحے سنی کی آنکھوں میں جیسے چنگاریاں سلگ اٹھی تھیں۔

"ہاؤ ڈیر یو ایڈیٹ گرل۔" وہ انتہائی طیش میں اسے برا بھلا بولنے پر آیا تو پھر رکا نہیں اور وہ ساکت کتاب سینے سے لگائے اس کی گالیاں سنتی چلی گئی۔

آنکھیں میں آنسوؤں کے قطرے تک ساکت تھے۔ گھر کے تمام ملازمین اس شور کے ساتھ ہی اس کے آس پاس آ کھڑے ہوئے تھے اور وہ اس درجے ذلت و تذلیل پر زمین میں گڑنے کی دعائیں کرتی اپنے کمرے کی طرف چلی آئی جو اس کی آخری پناہ گاہ تھی مگر چند گھنٹوں بعد نازمہ کسی سے بھی زیادہ بپھرے ہوئے انداز میں تیکھے تیوروں سمیت اس کے کمرے میں وارد ہوئی تھیں۔

اور پھر انہوں نے جو کہا سنا اسے سننے کی اس میں تاب نہیں تھی۔ اس نے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے مگر نازمہ اسے ہر اس لقب سے نواز گئیں جسے سننے سے پہلے وہ مرجانا قبول کرتی۔

یہ صدمہ اور تضحیک آمیز رویہ اتنا معمولی نہیں تھا کہ وہ آسانی سے بھلا دیتی۔ اس دن کے بعد سے تو اسے جیسے چپ لگ گئی تھی شیرل نے بہت کریدا تو ایک دن وہ رو ہی پڑی۔ سنی ایک روز پہلے ہی بورڈنگ اسکول لوٹا تھا مگر اس کے زخم اب تک ہرے تھے۔

"اوہ۔" شیرل کو واقعتاً افسوس ہوا۔

"مجھے دکھ سنی کی بدتمیزی کا نہیں ہے شیری۔ مگر نازمہ بھابھی بجائے اس کے کہ وہ اسے سمجھاتیں۔ انہوں نے میری تذلیل کی۔ مجھے برا بھلا کہا۔ بتاؤ آخر میرا قصور کیا ہے کہ میں اس دور میں جب عورت اور مرد کے درمیان کے تمام حجاب اٹھ چکے ہیں مذہب کی بات کرتی ہوں۔ زندگی کو اس فلسفہ حیات کے تناظر میں پرکھنے کی کوشش کرتی ہوں جو آج سے چودہ سو سال پہلے ہمارے لیے متعین کر دیا گیا تھا۔" کہتے کہتے بے اختیار آنسو اس کے گالوں پر پھیل آئے تھے۔

"کم آن انشراح۔ تمہارا تو نام ہی وسعت والی ہے۔ بھلا دو یار! معاف کر دو۔ کھلے دل سے۔"

"معاف کرنے والا تو اللہ ہے شیرل۔ میں نے کہا نا۔ مجھے دکھ سنی کی بدتمیزی اور خودسری کا نہیں مگر کیا یہ ہمارا المیہ نہیں کہ ہم اپنی آئندہ نسلوں کو سوائے تباہی کے کچھ نہیں دے رہے۔ خواہ وہ ڈش کلچر کے ذریعے ہو، غلط تربیت کے ذریعے ہو یا پیسے کے بل بوتے پر حاصل کی گئی تعلیم کے توسط سے ہو۔"

جانے کیا سوچ کر شیرل کی آنکھوں میں تاسف کا گہرا رنگ اتر آیا تھا۔ انشراح نے اسے دیکھا تو معاً ایک خیال بجلی کی طرح دماغ میں کوندا۔

"شیری! ابھی تم نے سوچا ہے کہ تم کیسے تربیت کرو گی اپنے بچوں کی۔ کیا پہچان دو گی انہیں، کس راہ کا تعین کرو گی ان کے لیے؟" بڑا گہرا لہجہ تھا۔ شیرل نے اسے الجھ کر دیکھا۔

"ابھی مجھے خود اپنی پہچان نہیں۔ میری اپنی راہ کا تعین نہیں ہوا تو میں کسی اور کے لیے کیا سوچوں ہاں البتہ کبھی کبھی فرسٹریشن ہونے لگتی ہے۔"

گھاس کے تنکے نوچ نوچ کر پھینکتی ہوئی شیرل یکدم بے حد بکھری بکھری سی لگی اسے۔

"کبھی کبھی کیوں۔ ہمیشہ کیوں نہیں۔ میں نے اول روز سے تمہاری آنکھوں میں ایک بے چینی، ایک اضطراب دیکھا ہے۔ جیسے تم میلے میں بچھڑ گئی ہو اور ادھر ادھر کسی اپنے کی تلاش میں دیکھ رہی ہو۔"

وہ تجزیاتی انداز میں کہہ رہی تھی۔ شیرل اپنا مشغلہ ترک کر کے یکدم مسکرا دی۔

"اینڈ بلیو می۔ ایسا ہی میں نے تمہیں دیکھ کر محسوس کیا تھا اسی لیے تو تم سے فوراً "دوستی" کر ڈالی تھی۔ البتہ شروع شروع میں میں تمہاری مذہب پرستی سے ڈر گئی تھی۔ خیال تھا تم دوسرے دن سے ہی تبلیغ پر اتر آؤ گی۔"

"جب تک میں خود کو مکمل مسلمان نہ بنا لوں کسی اور کو کیسے ہدایت دوں۔ یوں بھی تم اپنے والدین کے نظریاتی اختلافات کی پیداوار ہو۔ تم اچھائی کی طرف جانا تو چاہتی ہو مگر تمہیں ہدایت نہیں ملی یا شاید ابھی تم نے اپنے اندر کی آواز پر غور نہیں کیا ہے۔ مگر مجھے یقین ہے، جس روز تم نے خود کو ٹٹولا تمہیں جواب مل جائے گا۔ کیونکہ دل خدا کا گھر ہوتا ہے اور خدا ہی ہے جو ہدایت دیتا ہے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔"

وہ اسی جذب اور یقین سے کہہ رہی تھی، ذرا دیر والی پژمردگی اور آزردگی دبے دبے جوش میں ڈھل گئی تھی۔ شیرل کے لبوں پر کھلی کھلی مسکراہٹ آ رکی قدرے توقف سے وہ بولی تو لہجے میں سچائی تھی۔

"تم بہت اچھی ہو انشراح۔ بہت اچھی کاش میں تمہارے جیسی بن سکتی مگر۔"

"مگر کیا۔"

"تمہیں ایسا بننے کے لیے ایک مضبوط جڑ ملی ہے انشراح۔ تم اندازہ نہیں کر سکتیں کہ ہم جیسے لوگ جو اپنے والدین کے درمیان ساری زندگی شٹل کاک بنے رہتے ہیں۔ ایک مذہب سے دوسرے مذہب کے کورٹ میں گرتے پڑتے جوان ہو جاتے ہیں تو پھر درمیانی راہ چل دیتے ہیں ایسی راہ جو کسی منزل کو نہیں جاتی۔"

اس کا لہجہ ان دیکھی آگ کی تپش سے جھلس رہا تھا۔ انشراح نے متاثر ہونے والے انداز میں یک دم اس کے کندھے پر دباؤ ڈالا۔

"اس درمیانی راہ سے موڑ مڑنا اب بھی آسان ہے شیری! اگر تم چاہو تو۔ ابھی تو بہت لمبا سفر ہے۔ ابھی دیر نہیں ہوئی ہے یقین کرو۔"

آنکھوں میں ایقان کی شمعیں روشن کیے وہ بہت خلوص اور محبت سے کہہ رہی تھی۔ شیرل کی آنکھوں میں انوکھا سا دن اتر آیا تو اس کے کندھے پر سر ٹکا دیا۔

♥ ♡ ♡ ♥

دن اپنے مخصوص تسلسل سے گزرنے لگے مگر اس دن کے بعد سے اسے جیسے زندگی گزارنے کا ایک مقصد مل گیا۔ نازمہ اسے اپنے رنگ میں رنگنے کی "جبراً" کوشش کر کے جب تھکنے لگیں تو اس نے دھیرے دھیرے گھر میں کچھ ایسی تبدیلیاں کرنی شروع کر دیں، جس سے ماحول میں قدرے فرق نظر آنے لگا۔ خصوصاً "نماز کے وقت وہ قصداً "لاؤنج میں جا نماز بچھانے لگی، جس سے آتے جاتے نظر پڑنے پر کبھی کبھی نازمہ اپنے ننگے سر کو ڈھک لیتیں۔ اذان کی آواز یہاں زیادہ صاف نہیں آتی تھی سو اس نے مالی سے کہہ کر اذان کے وقت ریڈیو آن کرانا شروع کر دیا۔

سکینہ اور دوسرے ملازمین کو خاصی سختی سے وہ عفان بھائی اور نازمہ بھابھی کے سامنے نماز کے وقت سب کام چھوڑنے کو کہتی تو وہ قدرے شرمندہ اور کبھی جزبز ہو کے چپ ہو جاتے۔

دوسری طرف مس روزی کی اس نے خود کہہ کر بھابھی سے چھٹی کروا دی، جس کے اوٹ پٹانگ چٹکلے اور باتوں سے گھر کی فضا کم از کم اسے تو مکدر ہی لگتی تھی۔ صبح ہی صبح قرآن لے کر وہ خود لاؤنج میں آ بیٹھتی تھی۔ دوپہر میں بھی سکینہ کی بیٹی کو سپارہ پڑھاتی گویا گھر میں جب اور جس وقت نازمہ آتیں پاکیزہ ماحول دیکھنے کو ملتا تھا۔ جس پر ملانی کا لقب اسے دیتے ہوئے وہ طنز کرتیں مگر اسے پرواہ نہیں رہی تھی۔

تھرڈ ایئر کے امتحان اپنی بھرپور محنت سے دینے کے بعد وہ ان دنوں خود کو خاصا ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی خصوصاً" اس بات سے کہ شیرل نے اب ڈھنگ سے شلوار قمیص دوپٹہ لینا شروع کر دیا تھا اور اپنے شارٹ کٹ بالوں کو وہ بڑھانے کی کوشش کر رہی تھی۔ کبھی کبھی جھجکتے ۔۔۔ ہوئے کوئی مذہبی مسئلہ وہ پوچھتی تو نارمل انداز میں جواب دیتے ہوئے اس کا دل بلیوں اچھل رہا ہوتا تھا۔

اور ایسے میں کبھی کبھی اچانک اس کے اندر ایک

آواز کی بازگشت ہونے لگتی۔
"مجھے نہیں معلوم کہ آپ ان کو بدلیں گی یا خود ان کے رنگ میں رنگ جائیں گی۔ تاہم کوشش کیجئے گا خود سے نہ بچھڑیں۔"
"دیکھ لو میثم سلیمان شاہ میں تو وہی ہوں۔ نہ ان کے رنگ میں رنگی ہوں نہ خود سے بچھڑی ہوں۔"
اس بازگشت کا جواب بھی اس کے اندر ہی سے ابھرتا تھا جو اسے چونکا دیتا۔
اور شاید یہ اسی بازگشت کا نتیجہ تھا کہ اب وہ نازمہ بھابھی کی نظروں سے بھی خائف نہیں ہوتی تھی ان ہی دنوں اچانک نازمہ کو وائرل انفیکشن ہو گیا۔ عفان بھائی کراچی سے باہر تھے اس کے تو جیسے ہاتھ پاؤں ہی پھول گئے۔ رات گئے وہ پھوپھی اماں کے آئے ہوئے خط کا جواب لکھ رہی تھی جب نازمہ کمرے سے باہر نکلیں۔ تیز بخار نے ان کا چہرہ کملا دیا تھا۔
ٹیبلٹ کمرے میں نہیں تھی' اس سے وہ ہی مانگنے آرہی تھیں اس نے دیکھا تو خوف و دہشت سے ہل کر رہ گئی بخار ایک سو چار سے بھی تجاوز کر رہا تھا۔ اس نے خوف کر کے ڈاکٹر کو بلایا ڈاکٹر دوائیں دے کر چلا گیا لیکن پوری رات اسفنجنگ کرتے حفظ شدہ آیتیں سورتیں اور دعائیں پڑھتے اس نے جاگ کر گزاری تھی۔
نازمہ رات کے جس پہر جاگیں وہ مہربان چارہ گر کی مانند ان کے پاس موجود انہیں جاگتی ملی۔
گرم دودھ اور چکن سوپ پلانے سے کچھ جان آئی۔ نتیجتاً" صبح ان کی حالت خاصی بہتر تھی۔ کتنی ہی بار انہوں نے اسے ممنون نظروں سے دیکھا مگر انا کے باعث تشکر کے الفاظ زبان سے نکل نہ سکے۔ اس ایک سال میں ان کے مزاج کا اندازہ ہو گیا تھا اس لیے دکھی ہونے کی بجائے مطمئن ہو کر ڈاکٹر کو فون کرنے چلی آئی۔
متاثر ہوتے اور متاثر کرنے کے لیے کسی عظیم کوشش کی ضرورت نہیں ہوتی محض آپ کا خلوص بھی کسی کو اسیر کر سکتا ہے۔ نازمہ قدرے نادم تھیں اپنے پچھلے سلوک پر خصوصاً" سنی والے واقعے کے بعد انہوں نے اسے ہر طرح سے ہرٹ کیا تھا۔ مگر اب صحت یاب ہونے تک ان میں خاصی تبدیلی آئی تھی اس نے محسوس کیا تو ذہن سے جیسے ایک بوجھ ہٹ سا گیا تاہم اب بھی وہ کبھی کبھی افروز کی بتائی ہوئی پلاننگ کے بارے میں سوچتیں تو آنکھیں یکدم چمکنے لگتیں۔

♥ ♡ ♡ ♥

آج کل نازمہ کا موڈ اس کی طرف سے بھی اچھا تھا۔ سو وہ دل ہی دل میں خوش ہو گئی کہ بہرحال وہ اس کی محسن تھیں۔ انہیں ناراض کر کے وہ اپنا آخری سہارا نہیں کھونا چاہتی تھی۔ سو دل سے کوشش کرتی کہ انہیں خوش رکھے۔ لہٰذا اس روز جب انہوں نے بالخصوص اسے کلب جانے کے لیے کہا تو وہ بادل نخواستہ تیار ہو گئی۔ یوں بھی کلب اس سے پہلے کبھی جانا نہیں ہوا تھا لہٰذا اسے اندازہ بھی نہ تھا وہاں کے ماحول کا۔
صبح ہی صبح نازمہ اسے ہدایات دے کر چلی گئیں تو وہ ان کا بتایا ہوا سوٹ پریس کرنے لگی۔ ڈاک میرون اور کیمل براؤن کا خوب صورت کنٹراسٹ ہلکی سی امبرائیڈری کے باعث اور بھی حسین لگ رہا تھا ابھی کام مکمل بھی نہیں ہوا تھا کہ سکینہ چلی آئی۔
"انشراح بی بی۔ آپ کے لیے ڈاکیہ۔ پھول اور کارڈ دے گیا ہے جی۔"
"ڈاکیہ کارڈ دے گیا ہے۔ میرے لیے؟"
حیرت تو فطری سی تھی بھلا اسے یہ سب بھجوانے والا کون تھا۔ تازہ گلاب کی مہک اس کی سانسوں کو تر و تازہ کر گئی تھی۔ کارڈ لے کر سکینہ کو جانے کا اشارہ کیا' لفافے پر کوئی نام نہیں تھا اس نے بے چینی سے لفافہ پھاڑ کر کارڈ نکال لیا۔ برتھ ڈے کے عنوان والا انتہائی خوب صورت کارڈ تھا۔ جس کے اندر لکھی خوب صورت ہینڈ رائٹنگ پر اس کی نظریں تیزی سے پھسلنے لگیں۔

تمہیں جب بھی ملیں فرصتیں میرے دل سے بوجھ اتار دو
میں بہت دنوں سے اداس ہوں' مجھے کوئی شام ادھار دو
مجھے اپنے روپ کی دھوپ دو کہ چمک سکیں میرے خال وخد
مجھے اپنے رنگ میں رنگ دو' میرا سارا زنگ اتار دو
میرے وحشتوں کو بڑھا دیا ہے جدائیوں کے عذاب نے
میرے دل پہ ہاتھ رکھو ذرا' میری دھڑکنوں کو قرار دو
تمہیں صبح کیسی لگی کہو میری خواہشوں کے دیار کی
جو بھلی لگی تو یہیں رہو اسے چاہتوں سے نکھار دو

"یا میرے اللہ! یہ کون ہے؟۔"

لفظ لفظ میں جذبوں کی شدت سمٹی ہوئی تھی۔ وہ بے اختیار ہوتی دھڑکنوں سے پریشان ہوتی بیڈ پر ٹک گئی۔

"کون کر سکتا تھا یہ حرکت کس نے بھیجا تھا یہ سب کچھ۔" اس نے سراسیمگی کے عالم میں کارڈ اور گجے کی طرف دیکھا۔ دوبارہ سہ بارہ کارڈ پر لکھی غزل پڑھی۔ نجانے کیا تھا تحریر میں' اسے گھبراہٹ ہونے لگی۔ قیاس کے گھوڑے دوڑا دوڑا کر جب وہ تھک گئی تو اس سوال نے حیران کر دیا کہ آخر کس نے اسے یہ سب بھیجا ہے اس نے تو آج تک کالج میں بھی کسی کو اپنی سالگرہ کا دن نہیں بتایا تھا حتیٰ کہ شیریں کو بھی حالانکہ اس نے ایک بار پوچھا بھی تھا۔ مگر چونکہ اسے خود ان باتوں سے دلچسپی نہیں تھی اس لیے اسے بھی ٹال دیا۔

مگر اب یہ سب کچھ معمہ بنا اس کے سامنے پڑا تھا۔ بھابھی اور بھائی سے اسے یہ امید نہیں تھی کہ وہ اس کی سالگرہ یاد رکھے ہوں گے نہ ہی اس نے بتائی تھی۔ یوں بھی کارڈ پر لکھا متن کسی اور ہی جذبے کا عنوان تھا۔ جھنجلا کر اس نے وہ سب اٹھا کر باہر پھینکنے کا قصد کیا مگر جانے کیوں دل نہیں مانا تو الماری کے آخری خانے میں سب کچھ ڈال کر وہ چپ چاپ استری کے اسٹینڈ تک آ رکی۔

شام کو وہ بھابھی کے بصد اصرار پر ان کے ساتھ چلی آئی البتہ اپنے "حلیے" پر اس نے کوئی کمپرومائز قبول نہیں کیا تھا۔

جانے کیا وجہ تھی کہ نازمہ نے بھی زیادہ [illegible] دیا۔ غالباً" انہیں اس کے "حسن جہاں سوز" [illegible] بھروسہ تھا۔ جو دوپٹے کے ہالے میں بدلی میں [illegible] کی مانند اور دمکتا تھا۔

مسز تسنیم سے بات کرتے ہوئے اسے یوں [illegible] بھابھی نے اسے "قصداً" تنہا چھوڑا تھا۔ "کیوں" [illegible] سوال ذہن میں آتا تو اس نے نظر دوڑائی۔ ذرا فا[صلے پر] منہم سلیمان شاہ اسے کسی سے محو گفتگو نظر آیا۔

اس کے بلیک ڈنر سوٹ کے کوٹ میں سلگتی [illegible] کر اسے یکدم صبح ملنے والا گجرا یاد آ گیا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ اس کے متعلق کچھ سوچتی منہم سلیمان [اس] تک آ رکا تھا۔

"کاش میں جانتا کہ کسی کے کہے الفاظ ہمارے [illegible] اتنے کام آ سکتے ہیں تو شاید پہلے ہی ان سے [فائدہ] اٹھانے کی کوشش کرتا۔"

"جی۔" وہ کچھ بھی نہیں۔

"کیسی ہیں آپ۔" یکدم وہ مسکراہٹ دبا تا ہو [illegible] لگا تھا۔

"بالکل پہلے جیسی۔"

جز بز ہو کر اس نے روکھے لہجے میں جواب دیا تھا مگر منہم بڑے خوشگوار انداز میں ہنسا تھا۔

"بلیو می۔ میں یہی چاہتا تھا۔" ہنسی روک کر بھاری گمبھیر لہجے میں وہ بولا تو وہ غصے سے اسے دیکھتی آگے بڑھ آئی۔ مگر اگلے لمحے وہ ڈگ بھرتا اس کے پہلو میں قدرے فاصلے سے چلنے لگا تھا۔ سگریٹ جلانے کے خیال سے لبوں میں دباتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"مس انشراح پلیز مجھے آپ کے چند منٹس چاہئیں۔"

"کیوں؟" اس نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

"کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ آپ سارے سوال جواب ایک ساتھ ہی کر لیں۔ پلیز اس طرف آ جائیں۔"

لان کے آخری سرے پر لگی دو کرسیوں والی میز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ اس قدر شائستگی اور اصرار سے بولا کہ وہ بھابھی کی تلاش میں ادھر ادھر جانے کے

واپس رک گئی۔
اسے ایک نظر بغور دیکھا خوب صورت
خدوخال اور جاذب نظر سراپے والی
امد' سادہ چہرے اور کانپتی پلکوں والی
آنکھوں سمیت یہاں موجود ہر چہرے سے زیادہ
اداسی تھی۔
جلدی کیجیے' کہیے کیا کہنا ہے آپ کو۔" وہ
انداز میں بولی۔
انشراح! کیا آپ سچ بولنے والے کو پسند کرتی
چند ثانیے سوچنے کے بعد اس نے جو سوال کیا'
کی۔
ہی کیا اسے تو سب پسند کرتے ہیں۔" وہ
رہی تھی۔
اگر میں صاف گوئی سے کام لوں تو آپ برا
نہیں کی۔" میثم کی آنکھوں میں امید تھی'
یقین تھا۔ وہ نظر چرا کر سر ہلکے سے اثبات
کی۔
یہ ہے کہ نازمہ عفان آپ کو یہاں چھوڑ کر
ہیں اور ان کے کہنے کے مطابق آپ کو ڈراپ
کی ذمہ داری اب میری ہے۔"
"؟" اس کے سنجیدہ اور رسان بھرے لہجے پر وہ
کھڑی ہوئی تھی۔
پلیز بیٹھ جایئے' لوگ متوجہ ہو رہے ہیں۔"
اور رسانیت اس لہجے میثم سلیمان کے لب و
بنی ہوئی تھی۔ کچھ تھا اس کے انداز میں وہ
پریشان سی واپس کرسی پر ٹک گئی۔
بھابھی نے ایسا کیوں کیا؟۔ وہ تو خود مجھے یہاں
ہیں۔"
"نہیں لائی تھیں میں نے بلوایا تھا آپ کو۔"
ویٹر کو چٹکی بجا کر کچھ لانے کا اشارہ کرتے ہوئے وہ
اطمینان سے بولا تھا مگر اس کی آنکھوں میں حیرت اتر
آئی۔ جو دھیرے دھیرے دکھ اور تاسف میں
بدل گئی۔
"آپ نے بلوایا تھا؟ اور بھابھی مجھے لے بھی
آئیں۔"

"سو واٹ۔ میں نے آپ کو انوائیٹ کیا ہے
انشراح۔ آج آپ کا برتھ ڈے ہے نا۔" وہ اطمینان
سے بولا تو وہ الجھ سی گئی۔
"مگر آپ کو کیسے پتا چلا کہ۔"
"آپ کے فارم سے' ویری سمپل۔"
ویٹر کیک اور دیگر لوازمات سرو کرنے لگا تھا۔ وہ جیسے
شعلوں میں گھری تھیں۔
"مگر مجھے ان چیزوں کا کوئی شوق نہیں۔ زندگی
بندے کو اس لیے نہیں ملی کہ گزرے سال کو خدا حافظ
کہہ کر اگلے سال کی ابتدا ایک کاٹ کر ڈھیروں لوگوں
کو جمع کر کے اپنا وقت برباد کرے۔ بلکہ زندگی کا مقصد
کچھ اور ہے میثم سلیمان صاحب۔ آج کا دن ہمیں
ہنسی قہقہوں میں برباد کرنے کے بجائے اپنا محاسبہ کرنا
چاہیے کہ کیا واقعی پچھلے تمام دن ہم نے اللہ تعالیٰ کی
عبادت اس کا ذکر اور اس کے بتائے ہوئے احکام
پورے کرنے میں صرف کیے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو
اپنے لیے مغفرت مانگنی چاہیے۔ میرا خیال ہے برتھ
ڈے سیلبریشن کا اس سے بہتر طریقہ نہیں۔"
ٹھہرے ہوئے لہجے میں غصہ' دکھ اور سنجیدگی تھی۔
میثم سلیمان کے متبسم لب اس کے تیوروں کے
باعث اب ایک دوسرے میں پیوست ہو چکے تھے۔
دونوں ہاتھ کی انگلیوں پر ٹھوڑی ٹکائے وہ نظریں اونچی
کر کے اسے دیکھ رہا تھا۔ جو غصے سے جھلس رہی تھی۔
شدید احساس توہین اور رنج نے اس کی سوچنے
سمجھنے کی صلاحیتیں مفلوج کر ڈالی تھیں جیسے۔
سارے احساسات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ آنکھوں میں
بے تحاشا جلن ہونے لگی اور پھر ساون برس پڑا۔ میز پر
سر ٹکائے وہ بے آواز رونے لگی تھی۔
"انشراح آر یو آل رائیٹ۔" اتنا تردد اور بے
قراری تھی لہجے میں کہ وہ بے ساختہ اسے دیکھنے لگی۔
"پلیز مجھے گھر چھوڑ آئیں۔" بہت آہستگی سے اس
نے ہاتھ جوڑے تھے۔ میثم پر جیسے کئی سمندروں کا
پانی ایک ساتھ گزرا۔ بلا ارادہ وہ اس کے ساتھ والی کرسی
پر ٹک گیا۔
"پلیز انشراح۔ ایسے مت کریں۔"

تاسف اور پشیمانی آنکھوں میں ہلکورے لے رہی تھی وہ کچھ بولی نہیں محض ملتجی نظروں سے اسے دیکھا۔

"اوکے آپ اٹھئے اور چلیے میرے ساتھ۔ میں آپ کو ڈراپ کردوں گا۔ مگر آپ کو ہوا کیا ہے۔ اس طرح کیوں رو رہی ہیں آپ۔" وہ سخت اپ سیٹ اور فکر مند تھا تشویش سے پوچھا۔ مگر وہ چپ چاپ اٹھ کھڑی ہوئی۔ ناچار اسے ساتھ آنا پڑا۔

"غالباً" آپ نے میری بے تکلفی کو بہت محسوس کیا ہے' اینی وے میرا مقصد آپ کو ہرٹ کرنا نہیں تھا۔ نازمہ سے میں نے کہا بھی تھا کہ آپ سے پوچھ لیں مگر شاید" وہ بولتے ہوئے جملہ ادھورا چھوڑ گیا مگر آگے اسے کیا کہنا تھا' وہ سمجھ رہی تھی۔

"کیا آپ اب بھی کچھ نہیں کہیں گی۔"

کچھ دیر بعد ایک بار پھر اس کا گمبھیر لہجہ کار کی خاموش فضا میں گونجا تو وہ سوالیہ نظر سے اسے دیکھ کر سر جھکا گئی۔

"آپ ایک باشعور اور سمجھ دار لڑکی ہیں انشراح اور میں نہیں سمجھتا کہ آپ جیسی ذہین لڑکی کے لیے یہ بات سمجھنا مشکل ہے کہ میں نے آپ کو کیوں انوائیٹ کیا تھا۔ وہ بلے اور کارڈ کیا آپ اب بھی بے مہر اور لاعلم ہیں میرے جذبے سے۔"

وہ سنجیدہ سا کہے جا رہا تھا۔ انشراح کی حالت تو یوں تھی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں' چہرے پر نجانے کس احساس کے تحت سرخی چھائی ہوئی تھی۔

مہشم نے غور کیا وہ فرط حیا اور غصے کے باعث یکدم چپ ہو گئی تھی۔ اس کی یہ جرات گفتار یقیناً" اسے سخت ناگوار گزری تھی وہ بالکل چپ رہی تو مہشم کے چہرے پر چٹانوں جیسی سختی ابھر آئی۔ بقیہ رستہ بے حد خاموشی میں کٹا اور جس لمحے وہ عفان ولا پہنچے وہ سرعت سے کار سے اترنا چاہتی تھی۔ اس نے یکدم ایک کارڈ اس کے سامنے بڑھا دیا۔

"یہ میرا ویڈنگ کارڈ ہے انشراح۔ میرے تمام تر خلوص کو مد نظر رکھ کر فیصلہ کریں تو مجھے مطلع کر دیجیے گا۔ ویسے تو آپ کے بھائی بھابھی کو کوئی اعتراض نہیں ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ آپ میری زندگی میں شامل ہوں تو اپنی خوشی اور اپنی خواہش کے ساتھ۔ بلیو می میں آپ کو خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ آپ کا جواب اقرار میں ہو یا۔"

یکدم لب بھینچ کر اس نے ضبط کا اظہار کیا تھا۔ انشراح کے اندر اس کے لفظ دھیرے دھیرے پارے کے قطروں کی طرح گرے تھے ہر طرف جل تھل ہو گیا۔ بہت آہستگی سے اس کی مضبوط انگلیوں میں کارڈ اس نے میکانکی انداز میں کھینچ کر قدم گاڑی سے باہر رکھ دیا تھا۔

رات گئے تک بھابھی کے انتظار میں وہ جاگی بھی مگر وہ حسب سابق دیر سے گھر آئی تھیں اور اسے نیند جلد آ گئی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

صبح وہ بہت کسلمندی اور پژمردگی محسوس کر رہی تھی۔ حسب روایت دس گیارہ کے بعد نازمہ جاگیں تو اسے ٹیبل پر ان کے ساتھ بیٹھنا پڑا۔ کل کا تمام واقعہ اس کے چہرے پر کسی اشتہار کی مانند تحریر تھا۔ نازمہ نے اس کی خاموشی سے وہ سب سن لیا تھا جو وہ کہنا چاہتی تھی محض ایک شاکی نگاہ ہی سارا متن بیان کر گئی۔

"لگتا ہے کل تم کچھ بور ہوئیں۔ حالانکہ مہشم کی کمپنی تو گونگے مجسموں کو بلوا دیتی ہے۔"

لہجہ ناگواری کا بھرپور تاثر لیے ہوئے تھا۔ وہ خفا خفا طنابیں تھامے خاموشی سے انہیں دیکھنے لگی تو نازمہ کپ رکھ کر قطعاً" سنجیدہ تیوروں سے اس کو بغور دیکھتے بولیں۔

"دیکھو انشراح۔ تم اب کسی دیہات میں نہیں رہتی ہو۔ ایک بڑے شہر کی ہائی کلاس سے تعلق اب تمہارا۔ ہمارے طفیل سہی۔" وہی طنزیہ مسکراہٹ۔ "عفان اور میرا خیال ہے کہ گریجویشن کے بعد تمہاری شادی کر دیں اور اس کے لیے مہشم سلیمان شاہ ہمیں ہر لحاظ سے پسند ہے۔ وہ نہ صرف ویل آف اور ہائی کلاس فیملی کا ممبر ہے بلکہ کسی حد تک کنزرویٹو بھی ہے تمہاری طرح۔ ہاں البتہ مذہب

پروا نہیں کرتا۔"

وہ ...ار کے فیاضی سے لفظوں کی ادائیگی کرتے اپنے خیالات کا اظہار کر رہی تھیں۔ جبکہ وہ ...ری۔ تو گویا کل میثم سلیمان نے ٹھیک ہی کہا ...میں ہلکا سا استہزا تھا۔

...نہیں اندازہ نہیں کہ تم کتنی لکی ہو۔ میثم کے تو ہمارے سرکل کی تقریباً سب ہی لڑکیاں ...مگر اس نے تمہیں سلیکٹ کیا ہے باوجود ...تنگ نظری کے۔ وہ تمہیں بہت چاہتا ہے ...کیا خیال ہے؟" قدرے مسکرا کر انہوں نے ...بھابی سے کہا وہ سرخ پڑ گئی۔

...ل اوے۔ میں نے تم سے میثم کے بارے میں ...ہے۔ میں نے اور عفان نے تو اسے ہاں کہہ دی وہ چاہتا ہے۔ تم بھی رسپانس دو۔"

...شانوں پر آئے بال جھٹکتے ہوئے انہوں نے یوں کہا ...انہیں اس کی مرضی کی پروا نہیں صرف میثم کی ...فارملیٹی نبھا رہی ہوں۔ تذلیل کے خاکستر کر ...والے احساس میں گھری وہ یکدم اٹھ کھڑی

...اگر یہی بات ہے تو میرا جواب انکار ہے' بھابی ...بے لچک اور ہموار لہجہ تھا اس کا۔ نازمہ کے ...میں تھامے ہوئے کپ سے چائے چھلک اٹھی۔ ...اور تنفر یکدم ان کے چہرے پر اترا تھا۔ میز پر ...نکا کر وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

...ٹ آپ! کیا کہہ رہی ہو' کچھ اندازہ ہے

...ل بھابی۔" وہ ہنوز مطمئن تھیں۔

...ل۔ تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ اتنا اچھا ...ل تم ریجیکٹ کر رہی ہو۔ آخر تم خود کو سمجھتی ...ا۔ تمہارے لیے کیا کوئی راجکمار آئے گا۔

...ن کا بس نہ چل رہا تھا کہ اسے شوٹ کر دیں۔ یہ ...ان کے بنے بنائے کھیل کو بگاڑنے کے درپے ...عفان کے بزنس کی آج کل جو کنڈیشن چل رہی ...وہ جلد از جلد میثم سلیمان جیسے کسی بھی شخص کو ٹریپ کر کے رشتہ داری کے نام پر ایڈ حاصل کرنے کا تہیہ کر چکی تھیں۔ مگر یہ لڑکی 'انشراح متین احمد' کسی طور قابو نہیں آ رہی تھی۔

اس کے الفاظ تھے یا تیز دھار تلوار کی ضرب' وہ اندر تک لہولہان ہو گئی۔ بے بسی اور کم مائیگی کا احساس بھرپور قوت سے ابھرا تھا۔

"ہم جیسے لوگ راجکماروں کے لائق نہیں ہوتے بھابی۔ میثم سلیمان شاہ بہت اونچے مقام' بڑے نام والے شخص ہیں میرا ان کا کوئی جوڑ نہیں۔ شادی برابر والوں میں ہی ٹھیک رہتی ہے بھابی جبکہ مجھ میں اور میثم سلیمان میں صدیوں کا بلکہ ہزاروں نوری سال کا فاصلہ ہے اور یہ فاصلہ کبھی نہیں مٹ سکے گا۔"

بھیگے بھیگے لہجے میں اس نے بمشکل اپنی بات مکمل کی تھی۔ دل بھر آیا تھا۔

"تو کیا اپنے باپ جیسے کسی ملا سے شادی کرو گی۔ اگر ایسا ہی کرنا تھا تو یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی' ایسے رشتے تو تمہیں تمہارے گاؤں میں ہی مل جاتے۔" وہ بری طرح پھنکاری تھیں۔

اس نے ٹوٹ کر انہیں دیکھا۔ گویا وہ اس کے یہاں آنے کو اسی مقصد کی تمہید سمجھتی تھیں۔ بے اختیار ہو کر وہ بھاگتی ہوئی اپنے کمرے میں آ کر بند ہو گئی تھی۔ باہر سے نازمہ کے برا بھلا کہنے کی مدھم مدھم آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

"بھابی اتنا غصہ کیوں ہو گئیں؟ کیا واقعی انہیں میرا مفاد عزیز ہے؟ اور اگر نہیں تو آخر وہ کیوں چاہتی ہیں ایسا؟" سوالوں کا اژدھام تھا اس کے اطراف اور وہ تنہا۔

شیرل سے ملنے پر وہ بکھر سی گئی۔ ساری بات اسے کہہ سنائی اور اسے حیرت ہوئی کہ میثم کے معاملے میں وہ بھی بھابی کی حامی تھی۔

"زندگی گزارنے سے گزرتی ہے انشراح اور جینے سے جی جاتی ہے۔ تم اسے گزارنے کی نہیں بلکہ جینے کی کوشش کرو۔ میثم ایک اچھا بندہ ہے میں اسے بچپن سے جانتی ہوں۔ اپنی ممی کی ڈیتھ کے بعد وہ اپنی دادی کے ساتھ ایک طویل عرصہ رہا ہے' اور اس کی

وادی ایک مذہبی خاتون تھیں۔ یقین کرو کہ وہ میری ممی کی وجہ سے ہمارے گھر نہیں آتی تھیں جبکہ میرا تو کافی وقت ان کی طرف گزرتا تھا۔ وادی انتقال کر گئیں مگر ان کی وفات کے بعد میثم ان کی سوچ اور خیالات کے کافی نزدیک چلا گیا۔ وہ ہلکی سی ہنسی کے ساتھ بتا رہی تھی۔ لہجے میں کامپلیکس تھا۔

"یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے پاپا کے ساتھ بزنس نہیں کرتا کیونکہ ان کے بزنس کی بنیاد ہی بلیک منی ہے جبکہ خود اس نے بالکل زیرو سے اسٹارٹ لیا ہے۔ اس کی اپنی ایک این جی او بھی ہے جو مفت علاج کی سہولت مہیا کرتی ہے۔ میرا یقین کرو انشی وہ ایک شریف آدمی ہے۔ تم اس کے ساتھ بہت خوش رہو گی۔"

شیرل کے حمایتی بیان نے اسے تذبذب میں ڈال دیا۔ جھجکتے ہوئے بولی۔

"مگر ان تمام باتوں کے باوجود مجھ میں اور میثم سلیمان میں بہت فرق ہے شیرل' وہ نازمہ بھابھی کے دیگر احباب و اعزا سے مختلف ضرور ہیں مگر نہ وہ میرے ماحول سے مطابقت رکھتے ہیں نہ میں ان کے لائف اسٹائل کو اپنا سکتی ہوں۔ مذہب صرف نماز پڑھنے اور شراب سے دور رہنے کا نام نہیں شیرل! اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور میں چاہتی ہوں کہ میرا شریک حیات ایسا ہو جو میری خامیوں کو درست کرے وہ اتنا مکمل ہو کہ اس کی چھاؤں میں میں اپنی تکمیل کروں نہ کہ میری ساری زندگی اسے صحیح اور غلط سکھاتے سکھاتے گزر جائے۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ ایسے دو فریق بہت دور تک ایک ساتھ چل سکتے ہیں۔ نہیں شیرل نہیں۔ یہ زندگی بھر کا سفر ہے قدم دو قدم کا ساتھ نہیں۔" وہ یقین سے کہہ رہی تھی۔

"پلیز تم میرا ایک کام کرو مجھے کسی اسکول میں ٹیچنگ کی جاب کا پتا کر دو۔ مگر پلیز سفارش نہیں۔" وہ سخت لہجے میں کہتے کہتے ملتجی ہو گئی تو شیرل حیران رہ گئی۔

"مگر تم وہاں کرو گی کیا؟ آخر تمہیں گھر میں کس چیز کی کمی ہے۔"

"کمی تمہیں زیادتی ہے یہاں شیری۔ جبر اور دباؤ کی زیادتی میں جانتی ہوں بھابھی اور میں ایک میان میں تلواروں کی طرح نہیں رہ سکتے مجھے اپنا بوجھ خود اٹھانا ہو گا۔ شاید اس طرح مسئلہ حل ہو سکے۔" وہ سے ہاتھ مسلتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ جواباً شیرل حد سنجیدہ ہو گئی۔

"اور تمہارا کیا خیال ہے' کسی اسکول میں جاب مل جائے گی۔"

"کیوں اس میں کون سی مشکل حائل ہے۔"

"تم کبھی کسی انگلش میڈیم اسکول گئی ہو ہمارے کالج کی لیکچررز سے مختلف ملے نہیں وہاں کی ٹیچرز کے۔ تم جیسی لڑکی کو اول تو وہاں جاب ملے گی نہیں کیونکہ تمہارا آؤٹ لک اتنا آف ڈیٹ ہے کہ وہ تمہیں دیکھتے ہی انکار کر دیں دوسرے اگر جاب مل بھی گئی تو تم کر نہیں سکو گی اس لیے میری مانو ڈیر۔ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کر اپنا گریجویشن مکمل کرو اور میثم کے متعلق سوچو تمہیں پسند کرتا ہے۔ یقین کرو وہ بہت اچھا ہے۔"

اس کے ہاتھ پر اپنے موی ہاتھ کا دباؤ دیتی اسے بہت خلوص سے سمجھا رہی تھی وہ کیا کہتی کہ کے پاس لفظوں کا ذخیرہ ختم ہو چکا تھا۔ محض خیال اور دکھ تھے جو بگولوں کی مانند اس کے گرد چکرا تھے۔

♥ ♡ ♡ ♥

شیرل کے کہنے کا اثر تھا کہ وہ چپ چاپ فائنل کی کلاس جوائن کر گئی البتہ گھر میں نازمہ جو بھی دیکھتیں کبھی نرمی اور کبھی سختی سے سمجھانے لگتیں میثم کے علاوہ انہیں کسی ٹیکسٹائل مل کے مالک کریٹ کے بیٹے سہیل ابرار کا پروپوزل بھی مل گیا جس کی تعریفوں میں وہ زمین آسمان کے قلابے رہتیں۔ ایک ہفتے میں اس فیملی کی انہوں نے دعوت تک کر ڈالی تھی۔ اس نے محسوس کیا بھائی نازمہ کے مکمل حامی تھے۔

شیری کا سہارا تھا جو اسے سہیل ابرار کی چبھتی نظروں سے بچانے کی کوشش کرتی تھی جب سہیل عفان ولا آتا شیرل اس کے بلانے پر چلی

مسئلہ کا حل نہیں تھا۔ سہیل ابرار کی بے
خوف عزت و احترام سے عاری نگاہوں کی
ہیشم سلمان شاہ کی یاد دلا دیتی جس کی چمکتی
آنکھوں میں حلاوت اور عقیدت ہوتی تھی کہ وہ
بھی تو یوں جیسے کسی پاکیزہ مقدس کتاب کو
ہو۔

انہی دنوں شیرل کو اپنی ممی سے ملنے لاہور جانا پڑا
کے پیچھے بالکل اکیلا محسوس کرنے لگی خود کو
اب تک اس سے جواب طلبی نہیں کی تھی
اور اس نے جو فیصلہ کر لیا تھا اسے سنانے کی اس
ہمت نہیں تھی۔ سو کچھ دن بعد اور سر کے اور
اور عفان بھائی کے ایکسیڈنٹ کی خبر نے اسے
نازمہ کو دکھ کی ایک ہی لڑی میں پرو دیا۔

خاصا خطرناک حادثہ تھا اور جب اسے اس کی
پتا چلی تو وہ جیسے اس کے لیے زیادہ بڑا سانحہ
ہوا۔ حادثے کی وجہ عفان وقار کی [illegible] ٹوٹی تھی
کاروبار میں دن بہ دن خسارہ ہونے کی وجہ سے اب
لاعلاج مرض بن گیا تھا۔

نازمہ کو صرف عفان کی زندگی کی پرواہ تھی۔ یہ
کیوں اور کیسے ہوا اس پر ان کا رد عمل بڑا سرسری
تھا وہ اس بات سے واقف ہوں۔ انشراح کے اندر
کا ایک لامتناہی سلسلہ دراز ہو گیا جسے ایک اور
حادثے نے اس کے اندر ثبت کر دیا۔

عفان وقار کو دو تین آپریشنز کے بعد روم میں شفٹ
کیا گیا تو نازمہ اسے گھر واپس بھیجنے پر بضد ہو گئیں۔
ان سات دنوں میں اس نے پلک تک نہ جھپکی
عفان بھائی اس کے لیے کیا تھے اسے اب پتا چلا
عفان بھی خاصے متاثر تھے مگر نازمہ کے خیال
میں محض اس احسان کا بدلہ تھا جو انہوں نے اسے
ادا کر کیا تھا۔

"گھر جا کر آرام کرو نہیں تو بیمار پڑ جاؤ گی لڑکی۔"
کل نازمہ بہت الجھی الجھی اور اکھڑی ہوئی
لگتی تھیں اسے اندازہ تھا کہ یہ سب اس کے
اور نعمان کے حادثے کی وجہ سے ہے وہ بحث کیے
جانے کے لیے تیار ہو گئی۔

شہر کے حالات کچھ خاص اچھے نہیں تھے چوری
ڈاکہ زنی اور قتل کی وارداتیں آئے دن ہو رہی تھیں۔
اس لیے عفان اتنی رات گئے انہیں بھیجنے پر راضی
نہیں تھے مگر نازمہ کے آگے ان کی چلی نہیں۔

جس راستے سے انہیں جانا تھا وہ خاصا سنسان تھا
نجانے کیوں انشراح کا دل ہول رہا تھا کئی بار آیت
الکرسی کا ورد کر کے اس نے حصار بھی باندھا تھا مگر بے
چینی سی تھی اور اس بے چینی کی وجہ کا ظہور بھی ہو
گیا۔

گھر سے ایک اسٹریٹ پہلے غالباً" لائٹ گئی ہوئی
تھی۔ کافی اندھیرا تھا یکدم نازمہ کو احساس ہوا کہ کوئی
ان کی کار کا پیچھا کر رہا تھا۔ نئے ماڈل کی مہنگی ترین کار
پچھلے ہی دنوں عفان بھائی کے پارٹنر نے گفٹ کی تھی۔
کیوں کی تھی اس کا جواز کم از کم انشراح سمجھنے سے
قاصر تھی۔ بہت زیادہ قرض لے رکھا تھا عفان نے
اپنے اس پارٹنر سے در حقیقت نازمہ کے طفیل ہی ان
کی اب تک پارٹنرشپ چل رہی تھی ورنہ اپنے حصے
کے شیئرز سے دگنا قرض لے لیا تھا انہوں نے۔

گھبراہٹ فطری تھی۔ نازمہ کے ہاتھ پاؤں پھول
گئے کیونکہ وہ چھوٹی سی آلٹو بالکل ان کے ساتھ آ لگی
تھی اور اس سے پہلے کہ وہ کوئی تدبیر کرتیں۔ آلٹو ان
کے سامنے جا کر رک گئی راستہ رک گیا تھا۔ نازمہ نے
ریورس کرنا چاہا مگر اس سے پہلے ہی مستعد لڑکے
گاڑی سے برآمد ہوئے ہیڈ لائٹس کی روشنی میں ان
کے ہاتھوں میں دبے پستول صاف نظر آ رہے تھے۔

انشراح کی جیسے چیخیں نکل گئیں۔ نازمہ کی حالت
بھی دگرگوں تھی۔ وہ بے بس سی ہو کر رہ گئیں۔

"کم آن باہر نکلو۔" سفاک لہجہ تحکم سے بھرپور
تھا۔

ان کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا تھر تھر کانپتی
انشراح نازمہ کے اشارے پر باہر نکلی جبکہ نازمہ کافی حد
تک مضبوطی کا مظاہرہ کر رہی تھیں دونوں جوان
خاصے خوش شکل اور اچھی فیملی کے معلوم ہو رہے
تھے۔ دونوں بے حد دہشت زدہ تھیں خصوصاً انشراح
کا چہرہ بالکل سفید پڑا ہوا تھا۔ جس پر اچانک بڑی سی

ٹارچ کی تیز روشنی پھینکی گئی تو اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔

"تم یہیں رکو لڑکی اینڈ یو اسٹوپڈ ڈرائیور! دفع ہو جاؤ یہاں۔" سرخ سرخ آنکھوں والا ایک شخص ان دونوں کے سامنے آ رکا تھا انشراح کو رکنے کا اشارہ کر کے نازمہ کو تمسخرانہ انداز میں پکارا تو وہ خوفزدہ ہو کر نازمہ سے لپٹ گئی۔

"بھابھی! نہیں۔"

"دیکھو پلیز یہ کار تم لے لو۔ مگر ہمیں جانے دو' یہ میری نند ہے میں اسے یہاں۔" نازمہ نے کہنا چاہا۔

"شٹ اپ۔" وہ کسی شیر کی مانند غرایا تھا۔ نازمہ اور وہ کانپ اٹھیں۔ "جاؤ جلدی چلی جاؤ نہیں تو مجھے دوسرا طریقہ بھی آتا ہے۔" یکدم اس نے پستول کا نشانہ نازمہ پر باندھا تو انہوں نے بے ساختہ اپنا بازو انشراح کی گرفت سے چھڑایا اور مخالف سمت میں دوڑ گئیں۔

بہت زبردست قہقہے گونجے تھے' انشراح کو لگا جیسے وہ بے ہوش ہوتی جا رہی ہے مگر خطرے کا الارم اسے جگا رہا تھا۔ ملگجے اندھیرے میں اس کا سیاہ لباس اور بھی نظروں سے اوجھل ہو رہا تھا یکدم نجانے اس کے دل میں کیا سمائی وہ پیچھے مڑ کر بھاگی تو وہ سب چونکے۔

"بھاگو پکڑو۔ اسے شوٹ نہیں کرنا۔"

اس کو اندھیری گلی میں داخل ہوتے ہوتے بہت تیز آوازیں سنائی دی تھیں اور پھر اس کے بعد اسے ہوش نہیں کہ وہ کتنا تیز بھاگی نازک چپلیں بہت پہلے ہی اس کا ساتھ چھوڑ گئی تھیں اس علاقے میں کچھ زیر تعمیر گھروں کی وجہ سے سڑک بے حد ناہموار تھی۔ اس کے پیر بری طرح زخمی ہو رہے تھے۔ جو گھر پہلے نظر آیا اس کے گیٹ کو دھکیل کر اندر داخل ہوتے ہوئے وہ بالکل نڈھال ہو چکی تھی۔

"کون ہے' کون ہے۔" کوئی نسوانی آواز سنائی دی تو اس کے نیم جاں اعصاب بالکل ہی ڈھے گئے بے ہوش ہونے سے پہلے ایک مہربان چہرہ اس پر جھکا تھا۔

"چوکیدار' چوکیدار بھاگ کر آؤ۔"

وہ اس گھر کی ملازمہ تھی' ابھی ابھی گھر کی مالکن واپس لوٹی تھیں اس لیے گیٹ کھولا تھا اس نے ابھی بند کرنے کا قصد کر رہی تھی کہ وہ اندر چلی آئی جس حالت میں آئی سکھاں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے

سکھاں اپنی مالکن کو بھی بلا لائی تھی۔

نازمہ بھابھی سے ملتی جلتی ان کے ہی حلیے والی عورت اس کی نظروں کے سامنے آئی تو وہ دہشت سے پیچھے ہٹ گئی۔ اگر اس نے نرمی سے پکارا نہ ہوتا شاید وہ وہاں سے بھاگ جاتی مگر اب ٹانگوں میں دم نہ تھا۔ عورت کے سوال جاری تھے مگر وہ کچھ نہ بولی۔

"افوہ! آخر آپ بتاتی کیوں نہیں کہ آپ کون ہیں؟ کہاں جانا ہے آپ کو؟"

"کہاں جانا ہے۔" سوال تھا یا ہتھوڑا اس کے اعصاب جھنجھنا گئے۔

"میں اب کہاں جاؤں گی میرا اب یہاں کون کوئی بھی تو نہیں۔"

سیرل اس شہر میں نہیں تھی اور نازمہ بھابھی وہ اسے خود درندوں کے حوالے کر گئی تھیں مگر وہ کر بھی کیا؟ کیا اس کی خاطر خود کو بھی؟" یکدم جھرجھری لے کر وہ نرم گھاس سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"پلیز بتائیے میں آپ کے گھر والوں کو فون کر دوں ہوں۔"

اس کے سفید پڑتے چہرے پر مردنی کے آثار گہرے ہوئے تو اس عورت کے دل میں جذبہ ترحم جاگ اٹھا بے اختیار اس کا ہاتھ اپنے کندھے پر لٹکے بیگ کی طرف گیا جس میں اس کے کچھ کپڑے تھے جیب میں رکھا ایک چھوٹا سا وزیٹنگ کارڈ تھا جس پر میثم سلیمان شاہ کے نام کے ہجے جگمگا رہے تھے نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے وہ دوبارہ پتھرائی سی لان کی سیڑھیوں پر تھک کر بیٹھ گئی تھی۔

میثم کا نمبر ڈائل کر کے جس وقت فون اس کی طرف بڑھایا گیا تو بے حسی کی جمی برف پگھلنے کے بعد آنسوؤں کی شکل اختیار کر گئی تھی۔

"مجھے یہاں سے آ کر لے جائیں میثم سلیمان نہیں تو۔"

بقیہ جملہ آنسوؤں میں ڈوب گیا تھا۔ میشم سلیمان دہشت زدہ سا رہ گیا۔ وہ رونے لگی تو موبائل اس عورت نے لے لیا تھا اور پھر جو کچھ اس نے بتایا وہ میشم کے ہوش اڑانے کو کافی تھا۔ سو دس منٹ کے اس قلیل وقت میں وہ جس طرح کار سو سے اوپر کی اسپیڈ پر دوڑاتا وہاں پہنچا اس کا ایک ایک اعصاب تنا ہوا تھا۔ انشراح اسے وہیں سیڑھیوں پر بیٹھی نظر آئی تھی' ہولے ہولے کانپتی ہوئی وہ خود پر ضبط کر رہی تھی۔ مگر جب اس پر نظر پڑی تو وہ بے اختیار دوڑ کر اس کے سامنے آئی تھی اور پھر جو ٹوٹ کر روئی تو پھر کسی طور نہ سنبھلی حتیٰ کہ حواس جاتے رہے۔

♥ ♡ ♡ ♥

"اماں۔"

بہت سے پتھر یکدم اس پر لڑھکائے گئے تھے وہ چیخ مار کر اٹھ بیٹھی۔ بخار میں جھلستا جسم اور خوف سے خاکستر ہوتا ذہن۔ میشم اس کی دگرگوں حالت دیکھ کر بری طرح اپ سیٹ تھا۔ اس کے ساتھ کیا حادثہ گزرا کچھ معلوم نہیں تھا تاہم "حلیے" سے اندازہ ہو رہا تھا کہ نقصان کچھ سیریس ہوا۔

"انشراح تم ٹھیک تو ہو؟"

وہ منہ پر ہاتھ رکھے سسک رہی تھی میشم بڑھ کر اس کی طرف لپکا تھا۔

"آپ۔" اس کے لبوں نے بے آواز جنبش کی تھی۔ ہاتھ ہٹا کر اسے دیکھا تو آنسو اور روانی سے بہنے لگے۔

"کیا بات ہے انشی پلیز مجھے بتائیے۔ گزشتہ تین گھنٹے سے آپ بے ہوش ہیں آخر ہوا کیا ہے۔" وہ بہت تشویش اور پریشانی سے پوچھ رہا تھا انشراح نے کھڑکی کی طرف دیکھا باہر صبح کاذب کے آثار نظر آ رہے تھے۔ پورا جسم درد سے چور تھا۔

"اوہ تو کیا میں اتنی دیر غافل رہی۔" وہ رونا بھول کر اسے ایک ٹک دیکھے گئی جو اس کا محسن اور مہربان تھا۔

"میں کہاں ہوں" لفظ ٹوٹ کر پھسلے لبوں سے۔

"آپ ہمارے کلینک میں ہیں۔ میرا مطلب ہماری این جی او کے چھوٹے سے کلینک میں۔ پلیز ر[illegible] کریں۔ لیٹ جائیں۔" گلابی کمبل اس کے [illegible] پر ڈالتے ہوئے میشم نے بہت آہستگی سے اسے [illegible] وہ چند گھنٹے پہلے گزرے واقعات کی ہولناکی یاد کر [illegible] وحشت زدہ سی ہو گئی۔

"میں نے عفان والا کو کئی بار ٹرائی کیا ہے مگر ریسپانس نہیں آ رہا نازمہ کا موبائل بھی آف غالباً" وہ ہاسپٹل میں ہوں گی۔ عفان کے خیال [illegible] موبائل آف کر رکھا ہوگا۔ مگر آپ اکیلی۔"

وہ اس کے چہرے پر رقم تاثرات جانچتے ہوئے [illegible] رہا تھا اس کی آنکھوں سے قطرے پھسل کر تکیے میں جذب ہونے لگے۔

"میں اکیلی ہی ہوں میشم صاحب اکیلی بالکل تنہا اس لیے کہ مجھ جیسے لوگ جو خدائے بزرگ و برتر کے بجائے کسی اور کا سہارا پکڑتے ہیں وہ اسی طرح تنہا رہ جاتے ہیں۔"

"کم آن انشراح۔ ایسے نہیں کہتے۔ بہت سے لوگ ہیں آپ کے ساتھ۔ جو آپ کو سہارا آئی مین۔" اس کی سنجیدہ نظروں پر میشم سلیمان قدرے سٹپٹا [illegible] تھا۔

"سہارا دینے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ عزوجل کی ہے میشم سلیمان صاحب۔ میں خود کو بہت مضبوط سمجھتی تھی مگر آج کے دن جو کچھ ہوا اس نے مجھے سکھا دیا ہے کہ انسان بہت کمزور ہے بالکل حقیر ذرے کی مانند وہ اپنے لیے کچھ نہیں کر سکتا تو بھلا کسی دوسرے کے لیے سہارا بنتا۔"

گلے میں پھندے پڑ رہے تھے آنسو تیزی سے بہ رہے تھے جن پر ضبط کرتے کرتے وہ اٹھ بیٹھی۔

"ایسا کیا ہو گیا ہے آج انشراح! جو آپ کا اعتبار ختم ہو گیا ہے لوگوں پر سے۔ بلکہ خود پر سے بھی۔" اس کے سوال پر انشراح کی آنکھیں جھک سی گئیں۔

رشتے تو مان ہوتے ہیں۔ ان کی وجہ سے ہی زندگی میں معتبر حوالے بنتے ہیں۔ وہ آج یہاں اس اجنبی شہر میں امان حاصل کر سکی تھی تو کس کی وجہ سے؟ بھائی اور بھابھی کے ہی باعث نا اس کے سامنے کھڑا شخص

...اوس اور دل کے ہاتھوں مجبور ہوا تو بھی اس میں ...شتوں کا دخل تھا۔

...کیا ہو گیا ہے انشراح۔" وہ اس کے چہرے ...بہت پوچھ پایا تو ـــــ ضبط کرتے وہ سب کچھ ...پہلے روز سے آج تک کا اک اک واقعہ بالخصوص ...واقعہ جو پوری جزئیات سمیت اسے حفظ ہو گیا

"مگر اس میں غلطی بھابھی کی نہیں میثم سلیمان! ...تو میری تھی۔ میں نے عفان ولا کو اپنی آخری ...پناہ سمجھا۔ ہمیشہ دربدر ہو جانے کا خوف میرے ...اعصاب پر سوار رہا تھا، حتیٰ کہ انتہائی ذلت برداشت کر ...کے بھی میں وہیں رہتی رہی۔ میں نے خدا پر بھروسہ ...نہ کیا۔ انسانوں کو اپنا حاجت روا جانا۔ میرے گناہ ...بہت صحیح سزا ملی ہے مجھے۔ بہت درست۔" ...ہاتھوں کی پشت سے گالوں پر بہتے آنسو رگڑ کر صاف

"جن ستونوں پر میں نے تکیہ کیا تھا وہی ہوا دے ...میں سمجھتی تھی کہ مصیبت کے وقت عفان ولا ...مکین میرا دفاع کریں گے مگر آج ثابت ہو گیا ...ان بہت کمزور ہے۔ بہت کمزور جو اپنے آپ کو ...بہت سے بچا نہیں سکتے وہ مجھے۔ مگر یہ سب میں ...برداشت نہیں کر پا رہی۔"

اس کا دکھ کسی طور کم نہیں ہو رہا تھا۔ میثم کے ...پاس وہ الفاظ نہیں تھے جو اسے دلاسا یا ڈھارس دے ...سکتے۔ سو خاموش ہی رہا کئی دن کی تھکان اور اس ...واقعے نے انشراح متین احمد کو گویا ہلا کر رکھ دیا تھا۔

"آپ پلیز ریسٹ کریں انشراح۔ میں نازمہ کو ...ٹیکٹ کرتے۔"

"پلیز میثم سلیمان! رک جائیے۔"

اس سے پہلے کہ وہ باہر نکلتا اس کی آواز پر رک ...گیا۔ تعجب سے مڑ کر دیکھا۔

"آپ کسی نازمہ کو کانٹیکٹ نہیں کریں گے۔ ...آپ کے پچھلے تمام احسانوں سے بڑھ کر احسان ہو گا" ...وہ خطرناک حد تک سنجیدہ تھی۔ "تو پھر؟" اس کی ...آنکھوں میں سوال اترا تھا مگر وہ خاموشی سے سوچے گئے۔

"میں واپس اپنے گھر جاؤں گی۔ جب میں یہاں اکیلی اور تنہا ہوں تو وہاں بھی سہی۔" وہ خاموشی سے باہر نکل آیا۔

انشراح کی سوچ اس کے نزدیک بچکانہ اور جذباتی تھی۔ یہی سب سوچتے ہوئے اس نے ایک بار پھر نازمہ کا موبائل نمبر ڈائل کر دیا۔ اس بار پہلی بیل پر ہی ریسپانس ملا تھا۔ نازمہ کے لہجے میں قدرے پریشانی تھی مگر انہوں نے قطعاً "کل رات کے واقعہ کا تذکرہ نہیں کیا۔ بلکہ جب میثم نے ہی سرسری لہجہ بنا کر استفسار کیا تو ان کا جملہ جیسے اسے ہلا کر رکھ گیا۔

"انشراح تو واپس چلی گئی شارجہ' ان فیکٹ وہاں اس کی کسی کے ساتھ پہلے سے انڈر اسٹینڈنگ تھی۔ ہم نے سوچا کہ بھلا کیوں کباب میں ہڈی بنیں سوائے واپس بھیج دیا۔ اینڈ آئی تھنک کچھ دنوں بلکہ نیکسٹ ویک ان کی شادی بھی ہونے والی ہو گی۔"

لہجے کی گھبراہٹ اور ارتعاش پر قابو پائے نازمہ جس روانی سے جھوٹ بولتی چلی جا رہی تھیں میثم کے ماتھے کی رگیں تن گئی تھیں۔ اگر وہ مزید کچھ سنتا تو شاید غصہ اس کی برداشت سے باہر ہو جاتا سو فوراً" موبائل آف کر دیا۔

"اونہہ محبتوں کے جانشین۔" ادھر نازمہ نے بہت تمسخر سے کہا تھا۔ اپنے طور پر انہوں نے پانی سے پہلے ہی بند باندھ دیا تھا۔

جبکہ ادھر میثم کتنی ہی دیر خود پر ضبط کرتا رہا، انشراح کو یہ سب بتا کر وہ مزید دکھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کی سوچ واقعی ٹھیک تھی۔ جو کچھ کل ہوا وہ ہی کچھ کم نہیں تھا کہ آج کی گفتگو نے اسے بالکل ہی ڈسٹرب کر دیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ نازمہ اس حد تک گر سکتی ہیں سفاک ہو سکتی ہیں۔

ایک نوجوان لڑکی پر تو غیر بھی ترس کھا کر چادر ڈال دیتے ہیں یہ کیسی بھابھی تھیں۔ سگی سوتیلی سے قطع نظر انسانیت بھی آخر کوئی چیز ہوتی ہے جس سے غالباً نازمہ عفان کا تعارف نہیں ہوا تھا اب تک وہ چاہتیں تو اسے بازیاب کرانے کے لیے اپنے تمام کانٹیکٹ

استعمال کر سکتی تھیں مگر غالباً" وہ اسکینڈل افورڈ کرنا نہیں چاہتی تھیں۔

ان ہی سوچوں میں گھرا وہ ڈاکٹر سے مل کر تمام صورت حال معلوم کر کے ناشتہ لیے جس وقت واپس ہاسپٹل پہنچا' خالی کمرہ اس کا منہ چڑا رہا تھا۔ وہ جا چکی تھی کہاں۔ معلوم نہ تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

خدا پر بھروسا کر کے وہ چل پڑی تھی سر سے پاؤں تک چادر میں لپٹی جس وقت وہ اپنے چھوٹے سے قصبے میں واپس لوٹی اس کی آنکھوں میں آنسو جمع ہونے شروع ہو گئے تھے' اس جگہ ہی اس نے آنکھ کھولی تھی۔ اماں اور ابا میاں کی محبتیں سمیٹی تھیں۔ اس مٹی میں سب کے رنگ تھے۔ اسے لگا جیسے اماں نے اسے بازوؤں میں شفقت سے سمیٹ لیا ہو۔

مسجد کے ساتھ والا وہ چھوٹا سا دو کمروں کا کچا مکان اب بھی ویسا ہی تھا پھوپھی اماں نے اس کی دیکھ دیکھ کر رکھی تھی چنانچہ گھر میں داخل ہو کر وہ چپ چاپ اماں کے کمرے میں جا بیٹھی اور پھر کتنی ہی دیر وہاں رہی۔

نہ وہ چھپی تھی نہ چھپ سکی تھی۔ اگلی صبح تک پھوپھی اماں سمیت سب کو علم ہو گیا۔ سب ہی دھیرے دھیرے چلے آئے تھے۔ پھوپھی اماں سے اس نے کچھ نہیں چھپایا جس پر وہ آبدیدہ سا ہو کر بولیں۔

"میرے ساتھ چلو انشراح۔"

"نہیں پھوپھی اماں! پلیز آپ فکر نہ کریں۔ میرے ساتھ میرا خدا ہے آج اس کے توکل پر چھوڑا ہے میں نے خود کو۔ پلیز تردد نہ کریں۔ میں نے لوگوں کو آزما لیا کچھ نہیں ملا مگر خدا اپنے بندوں کو کبھی تنہا نہیں چھوڑتا۔ میں نے جس کا سہارا پکڑا ہے۔ وہ رب عظیم ہی میرا حافظ و ناصر ہے۔"

اس کے مضبوط اور حتمی لہجے کے آگے پھوپھی اماں ہار گئیں۔ یوں بھی وہ غلط تو نہیں کہہ رہی تھی تاہم اسی شام وہ جا کر اپنا سامان لے آئی تھیں۔

"مجھے یقین ہے تم مجھ سے یہاں سے جانے کو نہیں کہو گی۔ کیونکہ میں اسی خدا کے بھروسے پر یہاں آئی ہوں جس کے توکل پر تم نے میرے ساتھ آنے سے انکار کیا تھا۔"

پھوپھی اماں کی محبت مسلم تھی ہمیشہ ان کا اس کے ساتھ یہی رویہ رہا تھا سو چپ چاپ ان کی گود میں چھپا کر اس نے اپنے آخری آنسو بہا دیے تھے۔

♥ ♡ ♡ ♥

"تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔"

چنانچہ قریبی اسکول میں ٹیچنگ کے ساتھ ساتھ اس نے گھر پر مدرسہ کھول لیا تھا۔ چھوٹے سے اسکول کی آمدنی اسے کافی تھی جبکہ قرآن کی تدریس اسے ذہنی اور روحانی سکون ملتا بہت کچھ بھلانے کے ساتھ ساتھ اسے بہت کچھ یاد بھی آتا رہتا تھا۔ خصوصاً" شیرل اور میثم سلیمان جن کے باعث وہ آج بھی خلوص کی موجودگی پر ایمان لائے ہوئے تھی۔ نازمہ اور عفان بھائی نے تو کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

تین مہینے گزر چکے تھے مگر عفان بھائی تک نے پلٹ کر اس کی خبر نہیں لی تھی۔ اس کا انتظار دن بدن مایوسی میں تبدیل ہو کر بالآخر مکمل سکوت میں ڈھل گیا تھا۔ نازمہ کی گہری چال کا نہ اسے علم تھا نہ اندازہ اس لیے دل ہی دل میں شاکی رہی۔

البتہ شیرل اور میثم سے وہ شرمندہ تھی۔ سو ایک روز شیرل سے رازداری کا وعدہ لیتے ہوئے خط لکھ ڈالا تھا اس کو۔ دوستی کے خوب صورت جذبے سے روشناس کرانے والی اس لڑکی سے اسے بہت انس ہو گیا تھا اور ابھی اسے خط پوسٹ کیے ایک ہفتہ بھی نہیں ہوا کہ ایک شام جب عصر کی نماز سے فارغ ہو کر بچوں کی قرات سن رہی تھی' دروازے پر دستک کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ دل یکدم بے اختیار ہو کر دھڑکا تھا۔ جانے اسے کیوں لگا کہ آج کوئی خاص الخاص مہمان ہے۔ قدم خود بخود دروازے تک بڑھتے چلے گئے۔ پھوپھی اماں آج اپنے بیٹے کی طرف گئی ہوئی تھیں۔

"میثم سلیمان۔" اس کے وجدان نے ٹھیک اطلاع دی تھی۔

"السلام و علیکم انشراح۔ بلکہ میری دعا تو یہ ہے کہ

اب سلامتی نہیں دنیا کی ساری خوشیاں بھی خداوند تمہاری قسمت میں لکھ دے۔"
دروازے میں جما کھڑا بہت سکون اور اطمینان سے کہہ رہا تھا۔ سرمئی چادر کے ہالے میں اس کا چہرہ بے اختیار جھلک کاٹتے ہوئے وہ خود کو عیاں ہونے سے روکنا چاہتی تھی۔ کیونکہ یہ سچ تھا کہ میثم کی آمد نے اس کے اندر چھائے ہوئے سکوت کو توڑ کر یکدم خوشگوار کیفیت پیدا کر ڈالی تھی۔
"آپ یہاں کیسے؟" اس کے سوال پر وہ بڑے انداز میں مسکرایا تھا۔
"ڈھونڈنے والے تو خدا بھی ڈھونڈ لیتے ہیں جبکہ تم ایک ناچیز بندی ہو اس کی۔" وہ کہہ کر بے اختیار ہنسا اور یکدم سیدھے ہوتے ہوئے ادھر ادھر نظر ڈالی۔ "کیا دروازے پر ہی کھڑا رکھو گی کسی سائل کی طرح۔" وہ کہہ رہا تھا۔ انشراح نے بے اختیار نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔
"کیا آپ سائل بن کر آئے ہیں۔"
"تم اچھی طرح واقف ہو انشراح کہ میں کیا بن کر یہاں آیا ہوں۔" آج پہلی بار اس نے اسے تم کہہ کر اپنائیت سے پکارا تھا۔ انشراح کی پلکیں لرزنے لگیں۔ لہجے میں صداقت تھی وہ محسوس کر گئی۔
"تم نے جواب نہیں دیا۔ کیا اب بھی خالی ہاتھ ہی لوٹا دو گی۔"
"میرے ہاتھ تو خود خالی ہیں میثم سلیمان۔" اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں مگر یکدم وہ دونوں ہی چونکے۔ اس کی آواز کافی تیز تھی۔ شوخ لہجہ حسین مسکراہٹ۔
"پھر تو خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے کنگال دو۔"
"شیری تم۔" وہ بے ساختہ اس کے گلے لگ گئی تھی۔ جھینپی جھینپی سی مسکراہٹ میثم کو ہنسا گئی۔
"ارے ہٹو، بہت اسٹوپڈ ہو تم، بنا بتائے چلی آئیں۔ وہ تو خدا بھلا کرے تمہاری کم عقلی کا، خط پر لکھے پتہ سے پتا چلا کہ میڈم ان پہاڑوں پر بسیرا کیے

ہوئے ہیں۔ بائی دا وے یہی خانقاہ ہے نا آپ کی۔"

شیرل شوخی اور اذیت کے ملے جلے انداز میں ڈپٹ کر بولتے بولتے شرارت سے اسے دیکھنے لگی تھی وہ بری طرح جھینپ گئی۔

"اچھا اب ہٹو اندر تو آنے دو۔"

شیرل اسے دھکیلتی اندر آ گئی تو وہ بھی پلٹنے لگی پھر یکدم کچھ خیال آیا۔ میثم کی طرف دیکھا۔

"آپ بھی آیئے۔"

"اپنا ہی گھر سمجھیں۔" شیرل نے پھر لقمہ دیا تھا۔ میثم قہقہہ لگا کر ہنسا تو اس نے پھر انشراح کی طرف شرارتی نظروں سے دیکھ کر اسے ٹوکا

"اونہوں آہستہ ہنستا ہے' سمجھایا تھا نا تمہیں ایڈیٹ! محترمہ کو قبر کے اندھیرے سے بہت خوف آتا ہے۔"

"شیرل۔" اس نے تنبیہی انداز میں اسے گھورا تو میثم نے ٹوک دیا۔

"شیرل ہنس پڑی۔

"کیا واقعی؟" اس نے بے تحاشا حسرت سے اپنی آغوش میں لیا تھا بے ساختہ شیرل کو ہلا ڈالا۔ جو مسکراتے ہوئے سر ہلا رہی تھی۔ پھر یکدم بچوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"چلو بچوں! آج ہمارے آنے کی خوشی میں تمہاری چھٹی۔"

سب بچیاں ایک کے بعد ایک ہنستی ہوئی چلی گئیں اور انشراح نے انہیں روکا بھی نہیں۔ در حقیقت پے در پے خوشیوں نے اسے بوکھلا دیا تھا۔

"خیریت ہے تمہارے چہرے پر گلاب کیوں کھل رہے ہیں۔" اب شیرل پھر اس کی طرف مڑی تھی۔

"فضول باتیں مت کرو ایسی کوئی بات نہیں۔"

شیرل کی معنی خیز نظریں اور میثم سلیمان کا لاظاہر بے نیاز انداز اسے ڈسٹرب کیے دے رہا تھا۔ وہ بڑے اطمینان اور عقیدت سے اس کے چھوٹے سے گھر کو دیکھ رہا تھا۔

"دیکھو لڑکی! طریقے سے بات کرو۔ کیوں بے چارے بھلے مانس کو پریشان کر رکھا ہے۔ سیدھے سیدھے جواب کیوں نہیں دیتی ہو؟" شیرل اب قدرے رعب اور سنجیدگی سے بولی تو وہ سر جھکا کر انگلیاں چٹخانے لگی۔

"نہیں تمہیں سب کچھ بتا تو چکی ہوں اور اب سب۔"

"یہ سب میرے کہنے پر دوبارہ دہرایا ہے شیرل نے انشراح معا" میثم سلیمان اس کے سامنے آ گیا تھا۔ وہ سر جھکا گئی۔ "مجھے تمہارے خدشوں کے متعلق ایک ایک بات بتا چکی ہے شیرل اور قطعا" ان سے انکار نہیں۔ مگر اسلام تو کافروں تک کو دامن میں سمیٹ کر صحابہ اکرام بنا دیتا ہے میں تو صرف راہ سے بھٹکا ہوا ہوں انشراح۔ کیا تم اپنے اسلام کی طرح وسعت والی نہیں ہو جو میری خطائیں درگزر انداز نہیں کر سکتیں۔"

سنجیدہ لہجہ بھاری آواز اور مضبوط دلائل وہ متحیر ہو کر اسے تکنے لگی۔ ایسا تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا اس پہلو پر کبھی غور کرنے کی نوبت ہی نہیں آئی مخاطب کر رہا تھا۔

"مذہب پرستی میں شدت پسندی اچھی نہیں ہوتی۔ تم نے مجھے ریجیکٹ کر کے خود کو مجھ سے سمجھا انشراح۔ کیا یہ غرور نہیں۔"

"نہیں بخدا نہیں۔ میرا ایسا کوئی خیال نہیں تھا میں تو۔"

"تو پھر تم نے یہ کیوں کہا کہ میں اور تم ایک ساتھ نہیں چل سکتے۔ تمہیں مجبور نہ سہی خود پر تو اعتماد ہونا چاہیے تھا نا کہ تم جو بھی ہو ٹھیک ہو صحیح ہو۔ مجھ جیسے گناہ گار کو اپنی وسعت قلبی سے معاف کر کے زندگی کا راستہ دکھا سکتی ہو۔ مگر تم نے ایسا نہیں کیا۔ بحیثیت مسلمان امر بالمعروف و نہی عن المنکر فرض نہیں۔"

وہ کہہ رہا تھا اور شرمندگی اور احساس گناہ سے اس کے آنسو تواتر سے بہنے لگے تھے۔

"ہاں آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ میں غلط ہوں گناہ گار ہوں۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میری سوچ میں کمی ہے میں خود کو دوسروں کے مقابلے میں فضیلت

گئی تھی۔ حالانکہ فضیلت تو صرف تقویٰ کی بنیاد
پر ہے اور تقویٰ یہ نہیں کہ ہم دوسروں کو خود سے
کمتر سمجھیں۔ براہ کرم مجھے معاف کر دیجیے میثم
سلیمان شیرل! تم بھی نہیں تو اللہ تعالیٰ بھی۔"
"تم ایسی باتیں مت کرو۔ احساس گناہ پر نادم
ہونا ہی توبہ کا پہلا مرحلہ ہے اور تم نے وہ مرحلہ طے کر
لیا ہے۔ معاف کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔ جو ہم سے
ماؤں سے بھی زیادہ محبت کرتا ہے۔ ہم تو خود گناہ گار ہیں۔"
شیرل نے اسے گلے سے لگا لیا تھا جو زار زار رو رہی
تھی۔

"شیرل بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے انشراح۔ تم
خود کو گناہ گار نہ کہو۔"
میثم سلیمان فان کلر کے شلوار سوٹ میں ملبوس
پُروقار اور بے انتہا حسین لگ رہا تھا۔ اس نے بے
اختیار نظروں کو جھکا لیا۔
"اب کہو کیا خیال ہے۔" شیرل کی سرگوشی کافی
اونچی تھی۔
اس نے ایک لمحہ کا توقف کیا اور بے اختیار دل نے
گواہی دی۔ یہی تو اس کا خواب تھا۔ یہی تو اس کی
خواہش تھی کہ اس کا شریک حیات ایسا ہو جو اس کی
رہنمائی کر سکے اور میثم سلیمان نے آج اس کی
ساری نیکیوں کو اس لاشعور میں چھپے "تکبر" کے
ہاتھوں برباد ہونے سے بچا لیا تھا۔ اس کی پلکیں بے
اختیار جھکیں اور لبوں پر حجاب آلود تبسم اس کے
خیال کو واضح کر گیا۔
"ہرے۔"
شیرل کے یکدم شور مچانے پر میثم بھی ہنس دیا
اور وہ بس شیرل کی آڑ میں چھپے جا رہی تھی۔
"چلو تمہاری پھوپھی اماں سے مل کر بات پکی کر
لیں۔ آخر کو وہی تو تمہاری گارجین ہیں ہاں یا ناں
اور اب تو تم سے مل گیا۔ مگر ابھی بہت سے مرحلے
ہیں۔"
شیرل کی زبان بڑی تیزی سے چل رہی تھی اسے
بے اختیار عفان بھائی کا خیال آیا۔ ایک سایہ سا اس
کے چہرے پر لہرا گیا۔ بھائی کے ہوتے ہوئے وہ اکیلی
بے سہارا نہ سہی ساتھ ہی ہوتا ان کا۔

شیرل اور میثم نے محسوس کر لیا تھا کہ وہ کیا سوچ
رہی ہے۔
"عفان بھائی اور نازمہ بھابھی اب شارجہ شفٹ ہو
گئے ہیں۔"
شیرل نے سنجیدہ لہجے میں اطلاع دی تو وہ چند ثانیے
اسے دیکھتی رہی پھر گہری سانس بھر کر یکدم مسکرائی۔
"چلو تم لوگ اندر چل کر بیٹھو میں پھوپھی اماں کو
بلواتی ہوں۔ قریب میں ہی گئی ہیں کسی بچی کو بھیج دیتی
ہوں۔" سادہ سے پُرسکون کمرے میں انہیں بٹھا کر وہ
باہر نکلنے کو تھی کہ شیرل بھی اس کے پیچھے آ گئی۔
"مجھے بچی کے ساتھ بھیج دو۔ انہیں تمہاری تفصیل
بتاتے ہوئے آؤں گی۔"
پھر اس نے بہت روکا مگر وہ ٹھہری نہیں۔ اس اثناء
میں میثم کھلے برآمدے میں چلا آیا تھا۔
"تھینکس انشراح! تم نے مجھے قبول کر لیا۔" وہ
کہہ رہا تھا۔ لفظ لفظ میں کلیاں کھلی ہوئی تھیں۔
"مجھے شرمندہ نہ کریں۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس
ہو گیا ہے۔"
"بلیو می۔ ایسی بات نہیں۔ میں واقعی سچ کہہ رہا
ہوں۔ سوائے تمہاری اک غلطی کے تم بہت اچھی
اور مکمل لڑکی ہو انشراح اور یہ حقیقت ہے کہ میں نے
تم سے جینے کا ڈھنگ سیکھنا ہے، مجھے تمہاری ضرورت
ہے تاکہ خود کو صحیح رستے پر چلا سکوں۔"
"اور مجھے تمہاری حاجت ہے میثم سلیمان! آج
جس طرح تم نے مجھے گمراہی کے اندھے رستے سے
واپس بلایا ہے۔ میں ساری عمر تمہاری امان میں رہنا
پسند کروں گی۔"
اس کی خاموش سوچ گلابی چہرے سے جھلک رہی
تھی اور دور آسمان پر اڑتے طائر خوشی سے چہچہا رہے
تھے۔ منزل کا یقین ہو تو واپسی کا سفر خوشگوار لگتا ہے۔
میثم سلیمان کی نظریں وارفتگی سے اس کا حصار
کرتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

مجھے اپنے روپ کی دھوپ دو کہ چمک سکیں میرے خال و خد
مجھے اپنے رنگ میں رنگ دو میرا سارا رنگ اتار دو

O